نیا سلسلہ وار جاسوسی ناول

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 1

شی شی کی آواز سن کر محمود اور فاروق چلتے چلتے رک گئے، پہلے انھوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، جیسے پوچھ رہے ہوں، یہ آواز تم نے ہونٹوں سے نکالی تھی، لیکن انکار میں سر ہلنے تو ادھر اُدھر دیکھا:

وہ اس وقت کوئین روڈ سے گزر رہے تھے اور شام کے وقت اس طرف سے وہ کبھی کبھی گھر واپس جاتے تھے، نیشنل پارک کو ان کے گھر سے دو راستے جاتے تھے، چنانچہ ایسا ہوتا تھا کہ وہ آتے ایک راستے سے اور جاتے دوسرے راستے سے۔ آج بھی نیشنل پارک میں اسکول کا کام ختم کرنے اور چند گپیں ہانکنے کے بعد وہ کوئین روڈ سے گزر رہے تھے کہ شی شی کی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

سڑک کے کنارے ایک کھڑکی تھی۔ کھڑکی کا دروازہ کھلا تھا اور اس میں ایک خوب صورت پتلی دبلی سی لڑکی کھڑی انھیں اشارے سے قریب آنے کے لیے کہہ رہی تھی، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف حیران ہو کر دیکھا اور پھر کھڑکی کی طرف قدم بڑھا دیے۔

''جی فرمایئے!'' محمود نے کسی قدر حیرت سے کہا۔

''میں آپ دونوں کو اندر نہیں بلا سکتی، ممی ناراض ہو جائیں گی۔'' اس نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

''بہت بہت شکریہ! لیکن ہم نے آپ کے گھر کے اندر آنے کی درخواست کی کب ہے؟'' فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''ممی کہتی ہیں، دوسروں کے معاملے میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے۔'' اس نے اس طرح کہا جیسے فاروق کا جملہ سنا نہ ہو۔

''آپ کی ممی بالکل ٹھیک کہتی ہیں، لیکن ظاہر ہے، وہ یہ بات آپ سے کہتی ہیں، لہٰذا اس سے ہماری صحت پر کوئی برا اثر نہیں پڑ سکتا۔''

''میں نے ان سے کہا بھی تھا کہ پولیس کو خبر کرنی چاہیے مگر وہ نہیں مانیں۔''

''کیا مطلب؟'' محمود اور فاروق نے پہلی مرتبہ چونک کر ایک ساتھ کہا۔

''جی ہاں! اگر انھوں نے پولیس کو اطلاع دی ہوتی تو ضرور کوئی نہ کوئی خاص بات معلوم ہو جاتی، لیکن افسوس، ممی تو کہتی ہیں، بس دروازہ بند کر کے اپنا سبق پڑھتی رہا کرو، اب اس گرمی میں بھلا کھڑکی بند کی جا سکتی ہے۔''

''بالکل بند نہیں کی جاسکتی، آپ بڑے شوق سے کھڑکی دن رات کھلی رکھا کریں، لیکن یہ تو بتایئے، آپ نے اپنی یہ اوٹ پٹانگ باتیں بتانے کے لیے ہمیں ہی کیوں روکا، اس سڑک سے اور بھی تو بہت سے لوگ گزر رہے ہیں۔'' فاروق نے جھلا کر کہا۔ محمود نے ابھی تک غصے کا اظہار نہیں کیا تھا، وہ بہت سنجیدگی سے لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

''میں نے آپ دونوں کو اس لیے روکا ہے کہ میں صرف آپ دونوں کو ہی روکنا چاہتی تھی، کیونکہ جو بات میں بتانا چاہتی ہوں، وہ آپ کے علاوہ اور کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

''کیا مطلب؟'' محمود نے حیران ہو کر پوچھا۔

''میں جانتی ہوں، آپ دونوں محمود اور فاروق ہیں، میں نے اکثر آپ کو یہاں سے گزرتے دیکھا ہے، اخبارات میں آپ کی تصاویر بھی دیکھی ہیں، آپ سے ملنے کو جی تو بہت چاہتا تھا، لیکن بغیر کسی وجہ کے آپ کو روکنا بھی تو اچھی بات نہیں تھی، اب خدا نے ایک موقع دیا تو میں نے آپ کو روک لیا۔'' وہ کہتی چلی گئی۔

''چلیے خیر، آج تو آپ کو ہمیں روکنا برا نہیں لگا، اب یہ بتایئے، بات کیا ہے، پولیس کو آپ ہمی کے ذریعے کیا اطلاع دینا چاہتی ہیں، کیا آپ سے کوئی جرم سرزد ہو گیا ہے۔'' فاروق نے جلے بھنے انداز میں کہا، وہ خیال کر رہا تھا، لڑکی نے صرف مل بیٹھنے کا بہانا بنایا ہے۔

''کچھ دن پہلے سامنے والے مکان میں کوئی گڑبڑ ہوئی تھی، آپ وہ کمرہ دیکھ رہے ہیں، بس گڑبڑ اسی کمرے میں ہوئی تھی، یہاں سے وہ کمرہ بالکل صاف نظر آتا ہے، گرمی بہت تھی اور حبس کی وجہ سے میری آنکھ کھل گئی تھی، ایسے میں میں اٹھ کر کھڑکی میں آبیٹھی اور پھر چونک پڑی۔'' یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

اب فاروق کی جھلاہٹ ایک دم ختم ہو گئی، دونوں تیزی سے مڑے اور سامنے والے مکان کے اس کمرے کو دیکھا، کمرے کی ایک کھڑکی سڑک کی طرف کھلتی تھی اور مکان سڑک کے بالکل کنارے تھا، سڑک زیادہ چوڑی بھی نہیں تھی، اس لیے کمرے کا منظر صاف نظر آسکتا تھا۔

''آپ نے وہاں کیا دیکھا تھا؟''

''ایک بہت ہی عجیب بات... تین لمبے تڑنگے آدمی دائیں طرف سے آئے اور گیٹ کے اوپر چڑھ کر دوسری طرف پھلانگ گئے، سڑک پر روشنی ناکافی تھی، پھر وہ اس کمرے میں داخل ہو گئے، اس وقت کمرے کی لائٹ جل رہی تھی اور مکان کا مالک اس کمرے میں سو رہا تھا، انھوں نے کمرے میں کودتے ہی لائٹ بند کر دی، گہرے اندھیرے میں میں نے ان تین سایوں کو ادھر اُدھر حرکت کرتے دیکھا اور یہ گڑبڑ کوئی تیس منٹ تک رہی، خدا جانے وہ کیا کر رہے تھے۔ آخر اندھیرے میں ہی وہ باہر آئے، پھاٹک پر چڑھ کر سڑک پر کود پڑے اور اس وقت میں یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ...'' وہ کہتے کہتے رک گئی۔

''اب آپ ہمیں سسپنس میں ڈالنے کی کوشش نہ کریں اور یہ بتائیں کہ کیا دیکھا تھا۔'' محمود نے جلدی سے کہا، اس کی بے تابی بڑھتی جارہی تھی۔

''میں نے دیکھا، باہر نکلنے والے دو تھے، جب کہ اندر تین آدمی گئے تھے۔''

''اوہ!'' انھوں نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

''میں سوچتی رہی اور اسی مکان کی طرف دیکھتی رہی کہ تیسرا کہاں رہ گیا، وہ اب نکلتا ہے اور اب، لیکن ان دونوں نے تو اپنے تیسرے ساتھی کا انتظار ہی نہیں کیا، بس تیز تیز قدم اٹھاتے جدھر سے آئے تھے، اُدھر ہی چلے گئے۔''

''پھر کیا ہوا؟'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

''پھر کیا ہونا تھا، صبح ہوگئی، میں ساری رات نہ سو سکی، اور دن کی روشنی میں میں نے دیکھا، مکان کا مالک بستر پر نہایت اطمینان سے گہری نیند سو رہا تھا، کمرے میں کوئی بے ترتیبی نہیں تھی، جیسے رات کچھ ہوا ہی نہ ہو، تھوڑی دیر بعد اس کا ملازم اندر داخل ہوا، اس نے اسے جگایا تو وہ ایک انگڑائی لے کر اٹھ بیٹھا، میں نے یہ واقعہ ممی کو سنایا تو انھوں نے کوئی توجہ نہیں دی، چھ دن گزر چکے ہیں، لیکن میں آج بھی یہ سوچ رہی ہوں، اس رات اس کمرے میں کیا ہوا تھا، وہ تیسرا آدمی کہاں گیا جسے میں نے باہر نکلتے نہیں دیکھا۔'' یہ کہہ کر لڑکی خاموش ہوگئی۔

دونوں سوچ میں ڈوب گئے، واقعہ واقعی عجیب تھا، لیکن اگر اس رات اس مکان میں کوئی گڑبڑ ہوئی تھی تو مالک مکان نے پولیس کو رپورٹ کیوں نہیں کی، وہ تیسرا آدمی کہاں گیا؟ آخر محمود نے کہا۔

''تیسرے آدمی کے بارے میں تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ شاید آپ اونگھ گئی ہوں اور اسے نکلتے نہ دیکھ سکی ہوں، لیکن یہ واقعی حیرت کی بات ہے کہ مالک مکان نے رپورٹ کیوں نہیں کی، اس کی ایک وجہ میرے ذہن میں یہ آتی ہے کہ انھوں نے اندر داخل ہو کر سب سے پہلے مالک مکان کو بے ہوش کر دیا ہو، اور اس کے بعد واردات کی ہو، اب سوال یہ ہے کہ اگر وہ کچھ چرانے آئے تھے اور چرا کر لے بھی گئے تھے تو رپورٹ کیوں نہیں کی گئی، کہیں ایسا تو نہیں کہ مالک مکان کو ابھی تک یہ معلوم ہی نہ ہوسکا ہو کہ اس کے گھر سے کوئی چیز چرائی گئی ہے۔'' محمود کہتا چلا گیا۔

''ضرور یہی بات ہے، میرا خیال ہے، ہمیں چل کر مالک مکان سے ملنا چاہیے۔ ارے ہاں، اس کوٹھی میں رہتا کون ہے، اس کا نام کیا ہے؟''

''سیٹھ سہراب۔'' لڑکی نے جلدی سے کہا۔

''سیٹھ سہراب، وہی جس کی اسٹیل مل ہے۔'' محمود نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں! بالکل وہی، بہت دولت مند ہے۔'' اس نے بتایا۔

''ٹھیک ہے، آپ کا بہت بہت شکریہ، لیکن آپ نے اپنا نام نہیں بتایا۔''

''مجھے راحت عزیز کہتے ہیں، میرے والد کا نام عبدالعزیز تھا۔ ان کا انتقال ہو چکا ہے، اب اس دنیا میں بس میں اور میری ممی ہی ہیں۔''

''اوہو، بہت افسوس ہوا۔'' محمود نے کہا۔

''آپ کی گزر بسر کیونکر ہوتی ہے؟۔''

''ابو ایک مکان بنوا کر دے گئے تھے، وہ ہم نے کرائے پر دے رکھا ہے۔'' اس نے بتایا۔

''اور یہ مکان؟''

''یہ تو دادا جان کے زمانے کا ہے۔''

''اچھا تو . .''

محمود کے الفاظ درمیان میں ہی رہ گئے۔ اسی وقت ایک جھلائی ہوئی آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی۔

''راحت کی بچی! یہ تم کس سے باتیں کر رہی ہو،؟ کیوں دوسروں کو ہر وقت بے وقوف بناتی رہتی ہو، ادھر اُدھر کی سناتی رہتی ہو!۔''

اس کے ساتھ ہی دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور ایک عورت اندر داخل ہوئی، وہ ادھیڑ عمر کی تھی، لیکن بہت کمزور نظر آ رہی تھی، شاید شوہر کے غم نے اسے نڈھال کر دیا تھا، اس کے چہرے پر جھلاہٹ سوار تھی، پھر اس کی نظر ان دونوں پر پڑی، وہ زور سے چونکی اور بولی۔

''اس نے تمھیں ضرور کوئی عجیب و غریب واقعہ بتایا ہوگا، یہ اسی طرح فرضی باتیں سناتی رہتی ہے، وہ بھی اس انداز میں کہ لوگ اس کی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں، تم دونوں کوئی خیال نہ کرنا۔''

''جی بہت اچھا!'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

لڑکی نے فوراً ان کی طرف دیکھا اور زور سے انکار میں سر ہلایا، جیسے کہنا چاہتی ہو نہیں نہیں، جو کچھ میں نے بتایا ہے، وہ جھوٹ نہیں، بالکل سچ ہے، اسی وقت عورت نے اسے کان سے پکڑا اور کھینچتے ہوئے کمرے سے نکل گئی۔

''کہیں لڑکی ہمیں واقعی بے وقوف تو نہیں بنا رہی تھی؟۔'' فاروق بولا۔

''میں ایسا نہیں سمجھتا۔''

''تو پھر آؤ، سیٹھ سہراب سے بات کر لیتے ہیں۔''

دونوں نے سڑک پر دائیں بائیں دیکھا اور پھر سڑک پار کر کے کوٹھی کے پھاٹک پر آئے، یہاں گھنٹی کا بٹن لگا تھا، محمود نے بٹن پر انگلی رکھ دی، فوراً ہی ایک نوجوان سا آدمی آتا نظر آیا، اس نے کندھے پر گندا سا کپڑا رکھا ہوا تھا، شاید وہ گھر کا ملازم تھا۔

''ہمیں سیٹھ سہراب سے ملنا ہے۔''

''آپ کے نام؟'' ملازم نے پوچھا۔

''محمود اور فاروق۔''

ملازم انھیں وہیں چھوڑ کر اندر چلا گیا، فاروق کو بہت غصہ آیا۔

''عجیب احمق ہے، اسے ہمیں ڈرائنگ روم میں تو بٹھانا چاہیے تھا۔'' اس نے کہا۔

''ہوسکتا ہے، اس نے ہمیں بے کار قسم کے لڑکے خیال کیا ہو۔'' محمود مسکرایا۔

''اگر اس نے ایسا خیال کیا تو اسے اپنے خیال پر پچھتانا پڑے گا۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

اسی وقت ملازم دوبارہ آتا نظر آیا، اس نے انھیں اندر آنے کا اشارہ کیا اور کچھ کہے بغیر اپنے ساتھ ایک کمرے میں لایا، یہ ڈرائنگ روم تھا۔

''بیٹھ جاؤ، مالک ابھی آتے ہیں۔'' اس نے روکھے پھیکے لہجے میں کہا اور جانے کے لیے مڑا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟ سیٹھ صاحب کے پاس کب سے ملازم ہو؟''

''میرا نام جمیل خان ہے اور میں سیٹھ صاحب کا کئی سال سے باورچی ہوں، تم کیوں پوچھ رہے ہو؟۔'' اس نے کہا۔

''کیا بات ہے، ؟تم کچھ پریشان سے دکھائی دیتے ہو۔''

''غریبوں کی زندگی میں پریشان ہونے کے علاوہ اور رکھا ہی کیا ہے؟۔ میرا بچہ بیمار ہے، میں نے ابھی تھوڑی دیر پہلے سیٹھ صاحب سے کچھ پیسے ادھار مانگے تھے، لیکن انھوں نے انکار کر دیا، حالانکہ پہلے انھوں نے کبھی انکار نہیں کیا، شاید ان کا موڈ خراب تھا۔

''خیر کوئی بات نہیں، یہ کچھ پیسے رکھ لو۔'' محمود نے جلدی سے جیب میں سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔

''اور یہ میری طرف سے بھی رکھ لیں۔'' فاروق نے بھی محمود سے پیچھے رہنا مناسب نہ سمجھا۔

''جی... خدا آپ کا بھلا کرے۔'' ملازم جمیل خان اچانک ہی خوش ہو گیا، اس کی ساری بیزاری جاتی رہی، اس نے اس طرح گھبراہٹ کے عالم میں نوٹ لیے جیسے کچھ دیر ہونے پر کہیں محمود اور فاروق اپنا ارادہ نہ بدل دیں، پھر تیز تیز قدم اٹھاتا چلا گیا، ابھی گیا ہی تھا کہ دروازے کا پردہ ہٹا اور ایک ادھیڑ عمر آدمی اندر داخل ہوا، اس کے ہاتھ میں سگار تھا، جس سے دھواں ایک باریک سی لہر کی صورت اٹھ رہا تھا، اس کی آنکھوں پر عینک تھی، شاید اس کی نظر کافی حد تک کمزور ہو چکی تھی، کیونکہ عینک کے شیشے موٹے تھے۔

''میں سیٹھ سہراب ہوں، تمہیں مجھ سے کیا کام ہے؟۔'' اس کے لہجے میں بیزاری تھی۔

''آج سے چھ روز پہلے اس گھر میں گڑبڑ ہوئی تھی، ہم جاننا چاہتے ہیں، وہ گڑبڑ کس قسم کی تھی؟۔''

''کیا مطلب؟'' سیٹھ سہراب زور سے اچھلا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 2

تھوڑی دیر تک ڈرائنگ روم میں بوجھل سی خاموشی طاری رہی، آخر سیٹھ سہراب نے کہا:

''میں سمجھا نہیں! تم نے کیا کہا؟۔''

''میں اپنے الفاظ پھر دہرا دیتا ہوں۔ سنیے! چھ روز پہلے رات کے وقت آپ کے کمرے میں کوئی گڑبڑ ہوئی تھی، تین لمبے تڑنگے آدمی آپ کا پھاٹک پھلانگ کر کھڑکی کے ذریعے آپ کے کمرے میں داخل ہوئے تھے، آخر وہ کون لوگ تھے، اگر انھوں نے کوئی چوری ووری کی تھی تو آپ نے اب تک رپورٹ کیوں درج نہیں کرائی؟۔''

سیٹھ سہراب کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا، وہ دیر تک ٹکر ٹکر انھیں گھورتا رہا، پھر بولا۔

''پہلے تو یہ بتاؤ، تم ہو کون؟، میرے گھر میں کوئی واقعہ ہوا تھا یا نہیں، تم پوچھنے والے کون ہوتے ہو؟۔''

''آپ کا سوال بجا ہے، لیکن آپ ہمیں خدائی فوج دار سمجھ سکتے ہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''کیا کہا، خدائی فوج دار!۔'' اس نے حیرت سے کہا۔

''ہاں! جہاں بھی کوئی عجیب وغریب بات ہمیں نظر آتی ہے، ہم اس میں اپنی ٹانگ اڑا بیٹھتے ہیں، اس وقت بھی ہم نے یہی کیا ہے۔''

''لیکن چھ روز بعد تمھیں یہاں آنے کا خیال کیسے آ گیا؟'' سیٹھ سہراب نے پوچھا۔

''چھ روز بعد نہیں، ابھی ابھی آیا ہے، ہمیں اس بات کا پتا ابھی ابھی چلا ہے، آپ کے سامنے والے مکان میں ایک عورت اپنی بیٹی کے ساتھ رہتی ہے، اس لڑکی نے چھ روز پہلے آپ کی کوٹھی میں تین آدمیوں کو داخل ہوتے دیکھا، لیکن اس کی ماں نے اسے کسی سے یہ ذکر نہیں کرنے دیا، تاہم وہ آج ہمیں بتانے میں کامیاب ہو ہی گئی۔''

''تم نے کیا بتایا، کہاں رہتی ہے وہ؟''

''آپ کے سامنے رہتی ہے، اپنی ماں کے ساتھ، اس کا نام راحت عزیز ہے۔'' فاروق نے بتایا۔

''خیر تم کوئی بھی ہو، اور کسی نے بھی تمھیں کچھ بتایا ہو، لیکن بات اصل یہ ہے کہ نہ تو میرے گھر میں کوئی گھسا اور نہ یہاں کوئی گڑبڑ ہوئی، چھ روز پہلے بھی میں جب صبح سویرے ملازم کے جگانے پر بیدار ہوا تھا، تو کمرے کی ہر چیز اپنی جگہ پر موجود تھی، کسی قسم کی گڑبڑ کا کوئی نشان نہیں تھا، لہٰذا اس لڑکی نے تمھیں بے وقوف بنایا ہے اور تم نے میرا وقت ضائع کیا ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ میں پولیس کو فون کروں اور تمھیں اس کے حوالے کر دوں، لیکن تم ابھی کم عمر ہو، اس لیے میں تمھیں معاف کرتا ہوں، اب تم جا سکتے ہو، آیندہ یہاں اس قسم کی اوٹ پٹانگ بات بتانے کے لیے کبھی نہ آنا، ورنہ مجھ سے برا

کوئی نہ ہوگا۔"

"ٹھیک ہے، ہم چلے جاتے ہیں، لیکن ذرا یہ تو سوچیے، ہوسکتا ہے کہ آپ کے کمرے میں داخل ہونے والوں نے پہلے آپ کو کلوروفارم سنگھا کر بے ہوش کر دیا ہو اور اس کے بعد کوئی واردات کی ہو، اس طرح آپ کو کیسے پتا چلا ہوگا۔" محمود نے پریشان ہوئے بغیر کہا۔ "ہوسکتا ہے، وہ آپ کو بے ہوش کر کے گھر کی کوئی قیمتی چیز لے اڑے ہوں، ایسی چیز جس کے بارے میں آپ نے سوچا بھی نہ ہو، آپ کم از کم اپنی تمام چیزوں کا جائزہ تو لے لیں۔ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

"ہوں! تم ٹھیک کہتے ہو، میرا خیال ہے، مجھے یہ ضرور کرنا چاہیے۔ خیر تم جاؤ، میں دیکھ لوں گا اور اگر کوئی چیز غائب ہوئی تو پولیس میں رپورٹ بھی کر دوں گا۔"

"آپ ہمارے سامنے دیکھ لیتے تو اچھا تھا، لڑکی نے یہ بھی بتایا ہے کہ انھوں نے آپ کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد کمرے کی لائٹ بجھا دی تھی۔"

"اوہ!" سیٹھ سہراب کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا۔ پھر اس نے پریشان ہو کر کہا۔

"اچھا! آؤ میرے ساتھ۔"

اور تھوڑی دیر بعد وہ اس کے ساتھ اسی کمرے میں تھے، جس کی طرف راحت عزیز نے اشارہ کیا تھا، کمرے کی کھڑکیاں کھلی تھیں، انھوں نے کھڑکیوں میں سے سڑک کے دوسری طرف دیکھا، اب اس کھڑکی کا دروازہ بند تھا، جس میں سے راحت عزیز نے بات کی تھی۔

سیٹھ سہراب نے کمرے میں موجود ایک ایک چیز کو دیکھنا شروع کیا۔ سب سے پہلے اس نے تجوری کو کھولا، پھر الماریوں کا جائزہ لیا، میز کی دراز بھی کھول کر دیکھی اور آخر ان کی طرف مڑتے ہوئے بولا۔

"وہ لڑکی اول نمبر کی جھوٹی ہے، یہاں سے کچھ بھی نہیں چرایا گیا ہے، اس نے میرا اور آپ کا وقت ضائع کیا ہے، امید ہے، اب تم دونوں کا بھی اطمینان ہو گیا ہوگا، لہٰذا آپ جا سکتے ہیں۔"

محمود اور فاروق نے مایوس ہو کر ادھر اُدھر دیکھا اور آخر جانے کے لیے مڑے، لیکن اچانک محمود کو بک شیلف کے نیچے ایک ننھی سی چیز پڑی نظر آئی، وہ تیزی سے جھکا اور اس چیز کو اٹھا لیا، دوسرے ہی لمحے اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں، یہ ایک دانت تھا، مصنوعی دانت جو کسی کے منہ سے نکل کر گرا تھا، دونوں نے تیزی سے سیٹھ سہراب کی طرف دیکھا، اس کے منہ میں تمام دانت موجود تھے۔

O

"اس دانت کے بارے میں کیا خیال ہے؟" محمود نے سیٹھ سہراب کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''میں کچھ نہیں جانتا، یہ یہاں کہاں سے آیا۔'' اس نے حیران ہو کر کہا، دانت کو دیکھ کر وہ کچھ الجھن میں نظر آ رہا تھا۔

''اگر اس کمرے میں کوئی نہیں آیا تھا تو پھر یہ دانت کہاں سے آ گیا۔ کیا آپ کے ملازم نے تو منہ میں کوئی مصنوعی دانت نہیں لگوا رکھا۔''

''پتا نہیں۔'' اس کے منہ سے نکلا۔

''اسے بلوائیے، گھر میں اور کون کون رہتا ہے؟۔''

''گھر میں دو ملازم اور بس میں یہاں اکیلا رہتا ہوں۔'' اس نے کھوئے کھوئے لہجے میں کہا۔

''آپ کے بیوی بچے کیا آپ کے ساتھ نہیں رہتے؟۔''

''میری بیوی فوت ہو چکی ہے، میرے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے تھے، ان کا بھی انتقال ہو گیا تھا، اس طرح اب میں اس بھری دنیا میں اکیلا رہ گیا ہوں، لے دے کے ایک بھتیجا ہے، وہ بھی بہت دور ایک شہر میں اپنے ماں باپ کے ساتھ رہتا ہے، سال میں ایک آدھ بار چکر لگا جاتا ہے، وہ بھی شاید اس لیے کہ آخر ایک دن یہ ساری جائداد اسے مل جائے گی۔'' اس نے پوری تفصیل بتائی۔

''آپ نے اپنے بھتیجے کا نام نہیں بتایا۔'' محمود نے پوچھا۔

''اس کا نام وقار احمد ہے۔''

''کہیں ایسا تو نہیں کہ وقار احمد نے ہی آپ کو ختم کرنے کے لیے تین آدمیوں کو یہاں بھیجا ہو، ایسے کرائے کے آدمی مل جاتے ہیں۔'' فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

''نہیں نہیں! وہ تو بہت نیک، بہت شریف ہے، وہ ایسا نہیں ہو سکتا اور پھر اس لڑکی کے بیان کے مطابق تو ان تینوں نے اندر آنے کے بعد لائٹ بند کر دی تھی اور تقریباً آدھ گھنٹہ یہاں موجود رہے تھے، ایسی صورت میں وہ اپنا کام کیوں نہ کر سکے۔'' سیٹھ سہراب نے اعتراض کیا۔

''اسی بات پر تو ہم حیران ہیں، بلکہ لڑکی کا کہنا تو یہ ہے کہ اس نے تین میں سے صرف دو کو باہر نکلتے دیکھا، تیسرا تو نکلا ہی نہیں تھا، خیر اس بارے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ لڑکی سے چوک ہو گئی ہو گی، ہو سکتا ہے، اسے اونگھ آ گئی ہو، اب یہ مصنوعی دانت الجھن پیدا کر رہا ہے، اگر یہ یہاں کے کسی فرد کے منہ میں نہیں لگا ہوا تھا تو پھر ہمیں یقین کرنا پڑے گا کہ اس رات اس کمرے میں کچھ نہ کچھ ہوا ضرور تھا، کیا ہوا تھا، یہ ہمیں معلوم کرنا ہو گا، آپ اپنے نوکروں کو بلوائیے۔'' محمود نے تقریر جھاڑ دی۔

''پہلے یہ بتائیں، آپ لوگ ہیں کون؟۔ آپ کسی کے گھریلو معاملات میں کس طرح دخل دے سکتے ہیں۔'؟'

''اس کا پہلا جواب تو ہم یہ دے چکے ہیں کہ خدائی فوج دار ہیں، دوسرا یہ کہ اس لڑکی نے ہمارا راستہ روک کر یہ کہانی

ہمیں سنائی تھی اور ہم یہاں یہ اطمینان کرنے چلے آئے کہ کہیں مالک مکان کی لاعلمی میں کوئی گڑبڑ نہ ہو چکی ہو، کوئی چیز نہ اڑا لی گئی ہو اور سیٹھ صاحب کو اس کا علم ہی نہ ہو، اس خیال سے ہم آئے تھے، لیکن اگر آپ اس معاملے میں خاموشی اختیار کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہم یہ دانت پولیس اسٹیشن میں جمع کرا دیں گے اور اس لڑکی کا بیان انھیں سنا دیں گے، اس کے بعد پولیس جانے اور آپ کا کام۔" فاروق نے گویا دھمکی دی۔

"نہیں نہیں، پولیس کے آنے پر میرا وقت، بہت خراب ہوگا۔ ٹھہریے میں ملازموں کو بلاتا ہوں، آخر اس میں حرج ہی کیا ہے کہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے، اس رات یہاں کیا ہوا تھا؟۔" یہ کہتے ہوئے اس نے دو مرتبہ گھنٹی بجائی۔

تھوڑی دیر بعد کمرے میں دو آدمی داخل ہوئے، ان میں سے ایک تو وہی ملازم تھا جس نے ان کے لیے دروازہ کھولا تھا، دوسرا آدمی کافی بوڑھا تھا۔

"یہ جمیل خان ہے اور یہ رحمت بابا۔" سیٹھ سہراب نے دونوں کی طرف اشارہ کیا۔

"جمیل خان کیا کرتے ہیں؟۔" محمود نے پوچھا، یہ وہی دروازہ کھولنے والا تھا۔

"یہ باورچی ہے اور رحمت بابا مالی، یہ بہت بہترین مالی ہے، ان کے لگائے ہوئے پودے دیکھ کر انسان عش عش کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔"

"بہت خوب! اگر آپ نے پسند کیا تو ہم ان کے لگائے ہوئے پودے دیکھیں گے۔ ہاں تو جمیل خان صاحب آپ کے منہ میں کوئی مصنوعی دانت تو نہیں ہے۔"

"جی! مصنوعی دانت!۔" باورچی کے لہجے میں حیرت اُتر آئی۔

"جی ہاں! مصنوعی دانت۔" فاروق نے اسے بغور دیکھا۔

"جی نہیں! میں نے کبھی مصنوعی دانت نہیں لگوایا، اگرچہ میرا ایک دانت ایک بار ٹوٹ گیا تھا، میں نے اسے بھی یونہی رہنے دیا، یہ دیکھیے۔" اس نے منہ کھول کر دکھایا، ہونٹوں کے کونے کے پاس ایک دانت غائب تھا، اب محمود اور فاروق رحمت بابا کی طرف متوجہ ہوئے۔

"اور آپ کے منہ میں کتنے مصنوعی دانت ہیں۔"

"ایک بھی نہیں، میں نے کبھی مصنوعی دانت لگوانے کے بارے میں نہیں سوچا، حالانکہ کئی دانت گر چکے ہیں۔" اس نے بھی منہ کھول کر دکھایا۔

"اس دانت کو پہچانتے ہیں آپ؟۔" محمود نے انھیں دانت دکھایا۔ دونوں نے بغور اس کی طرف دیکھا۔ وہ حیران تھے کہ خدا جانے معاملہ کیا ہے، دانت کو دیکھ کر انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"آپ لوگ یہاں کب سے ملازم ہیں؟۔"

''زیادہ عرصہ نہیں ہوا، نئے منشی صاحب کے آنے سے کچھ ہی ماہ پہلے ہم دونوں یہاں آکر ملازم ہوئے ہیں۔''
رحمت بابا نے بتایا۔

''نئے منشی صاحب! کیا مطلب؟'' محمود چونکا۔

''میں نے گھر کے حساب کتاب کے لیے بھی ایک منشی رکھا ہوا تھا۔ وہ ملازمت چھوڑ گیا تھا، تھوڑا ہی عرصہ ہوا ایک نیا منشی رکھا ہے اور اس سے چند ماہ پہلے یہ دونوں رکھے گئے تھے، کیونکہ پہلے باورچی اور مالی بہت نکمے تھے، پڑے اونگھتے رہتے تھے۔''

''بہت خوب! اور نئے منشی کا نام کیا ہے؟، وہ کہاں رہتے ہیں، یہاں کام کرنے کس وقت آتے ہیں؟۔'' فاروق نے کئی سوال کر ڈالے۔

وہ صرف شام کے وقت یہاں آتے ہیں، دو تین گھنٹے تک یہاں رہتے ہیں، ویسے کام اتنا نہیں ہوتا۔''

''یعنی ابھی انھیں آنا ہے۔'' محمود نے پوچھا۔

''ہاں!''

''ہوں! شاید یہ دانت ان کا ہو، ہم ان سے بھی معلوم کرنا چاہتے ہیں کیوں نہ ہم اتنی دیر میں آپ کا باغ دیکھ لیں۔''

''ضرور ضرور، لیکن میں حیران ہوں، آپ دونوں کون ہیں؟ آپ تو بالکل پولیس والوں کی طرح تحقیقات کر رہے ہیں۔'' مسٹر سہراب نے حیران ہو کر کہا۔

''ہم آپ کو اپنے نام ضرور بتائیں گے تاکہ آپ کی الجھن رفع ہو سکے، میں محمود ہوں اور یہ فاروق اور ہم انسپکٹر جمشید کے بیٹے ہیں۔''

''اوہو!'' اس نے چونک کر کہا، آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

''ہم ادھر سے اکثر گزرتے ہیں، وہ لڑکی ہمیں پہچانتی ہے، شاید اسی لیے آج اس نے ہمیں روک کر یہ بات بتا دی، حالانکہ اس کی ماں نے اسے منع کر رکھا تھا۔''

''ہوں! اگر اس لڑکی نے جھوٹ نہیں بولا تب تو یہ ایک انتہائی حیرت انگیز بات ہوگی۔ خیر آپ معلوم کر ہی لیں گے، مجھے خوشی ہے کہ یہ آپ ہیں، چلیے باغ دیکھیں۔'' سیٹھ سہراب نے خوش ہو کر کہا۔

مالی بابا کے ساتھ وہ باغ میں آئے، یہ کوٹھی کے پچھلے حصے میں تھا۔ نہایت خوب صورت تھا اور مغلیہ خاندان کے کسی باغ کی طرز پر بنایا گیا تھا۔ وہ حیرت زدہ رہ گئے۔ مختلف قسم کے پھول اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ ایک جگہ محمود اور فاروق کے قدم رک گئے۔ مٹی کا ایک اونچا ڈھیر لگا ہوا تھا اور اس کے دوسری طرف ایک گڑھا۔

''یہ کیا ہے؟'' محمود نے پوچھا۔

”یہ گڑھا آم کا ایک بڑا درخت لگانے کے لیے کھودا گیا تھا۔ پرانے منشی صاحب کو بھی باغبانی کا بہت شوق تھا، وہ کسی نرسری میں ایک شاندار قسم کا درخت دیکھ کر آئے تھے۔ بس انھوں نے مجھ سے اجازت لے کر گڑھا تیار کرانا شروع کر دیا، لیکن پھر اچانک ان کے بھائی کی وفات ہوگئی اور انھیں ملازمت چھوڑ کر گھر سنبھالنے کے لیے جانا پڑا۔ وہ تمام یہیں رہا کرتے تھے۔ یہ نئے منشی البتہ پارٹ ٹائم ہیں۔ ان کے جانے کے بعد گڑھا جوں کا توں پڑا رہ گیا۔ میں نے پُر اس لیے نہیں کرایا کہ آم کا درخت لے ہی آئیں گے۔ جاتے ہوئے منشی صاحب یہ بھی بتا کر گئے کہ آم کا درخت کس نرسری میں دیکھا تھا۔ اب میں یہاں آم کے چھوٹے چھوٹے پودے لگانے کے بارے میں غور کر رہا ہوں اور ایک دو دن کے اندر اندر لگوا دوں گا۔“

”بہت خوب۔“ فاروق کے منہ سے نکلا اور دونوں چکر کاٹ کر گڑھے کے کنارے آ گئے۔ دونوں اِدھر اُدھر غور سے دیکھ رہے تھے کہ ایک آواز نے انھیں چونکا دیا:

”ارے! آپ لوگ یہاں ہیں۔“

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 3

''لیجیے! منشی صاحب آگئے۔'' سیٹھ سہراب کی آواز سن کر انھوں نے سر اٹھا کر دیکھا۔

یہ ایک نوجوان اور ہنس مکھ سا آدمی تھا۔ بہت چست اور چالاک نظر آ رہا تھا۔ محمود نے اس کی طرف قدم بڑھائے اور مصنوعی دانت ایک دم اس کے سامنے کرتے ہوئے کہا:

''کیا یہ دانت آپ کا ہے۔''

اس نے بوکھلا کر دانت کی طرف دیکھا، پھر ان دونوں پر حیرت بھری نظر ڈالی اور بولا:

''کیا مطلب؟''

''ہم نے صرف یہ پوچھا ہے کہ کیا یہ دانت آپ کا ہے؟''

''یہ مصنوعی دانت ہے اور میں ابھی اتنا بوڑھا نہیں ہوا کہ مصنوعی دانت لگوانے کی ضرورت پیش آئے۔''

''ہمارا بھی یہی خیال تھا، ذرا اپنا منہ بھی کھول کر دکھا دیں۔'' فاروق مسکرایا۔

''یہ کیا چکر ہے۔''

''کوئی چکر نہیں، منہ کھول کر دکھا دیں۔'' سیٹھ سہراب نے بھی مسکرا کر کہا۔

آخر کار اس نے منہ کھول دیا، وہاں تمام دانت موجود تھے۔ محمود اور فاروق نے یہ دیکھا تو سوچ میں پڑ گئے، پھر محمود بولا:

''اس کا مطلب ہے، یہ مصنوعی دانت گھر کے کسی آدمی کا نہیں اور اب ہم یہ بات اعلانیہ کہہ سکتے ہیں کہ اس لڑکی راحت عزیز کا بیان بالکل درست ہے، چند روز پہلے رات کے وقت آپ کے کمرے میں ضرور کچھ ہوا تھا۔''

''اوہ!'' سیٹھ سہراب کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

''یہ کیا معاملہ ہے جناب؟'' منشی صاحب نے حیران ہو کر کہا۔

''خدا جانے کیا چکر ہے؟'' سیٹھ سہراب بولے۔

''ہمیں ایک بار پھر اس لڑکی سے ملنا پڑے گا، اس نے ان تینوں کے چہرے دیکھے ہوں گے، شاید وہ ان کے حلیے بتا سکے، ان کے حلیے معلوم ہونے پر ہی ہم آگے بڑھ سکتے ہیں۔''

یہ کہہ کر محمود پھر گڑھے کے پاس آیا اور سیٹھ سہراب اپنے منشی کو ساری بات بتانے لگا۔ اس کا منہ حیرت سے کھلتا چلا گیا۔ دونوں ادھر اُدھر دیکھنے کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی اس کی طرف بھی دیکھ لیتے تھے۔

''آپ کا نام کیا ہے جناب؟'' محمود نے دور سے پوچھا۔

''علی وصی۔''

''بہت خوب، تو وصی صاحب! یہ حقیقت ہے کہ چند روز پہلے یہاں کوئی واردات ہوئی ہے، ورنہ دانت کیونکر مل سکتا ہے، ارے ہاں! گھر کی صفائی کون کرتا ہے؟''

''ایک خاکروب تاج بی بی ہے۔'' سیٹھ سہراب بولا۔ ''صبح اور شام آ کر صفائی کر جاتی ہے۔''

''کیا وہ بڑھیا ہے؟'' فاروق نے پوچھا۔

''نہیں تو، آپ نے یہ کیوں پوچھا؟'' سیٹھ نے جلدی سے پوچھا۔

''اس خیال سے کہ یہ دانت کہیں اس کا نہ ہو، کیا وہ اس وقت گھر میں ہوگی؟''

''ہاں! وہ آ چکی ہے۔''

''مالی بابا... ذرا تاج بی بی کو بھی یہیں بلا لائیے۔'' محمود بولا۔

''جی اچھا۔'' وہ چلا گیا اور دونوں پھر باغ کا بغور جائزہ لینے لگے۔ ان کے ذہن رہ رہ کر یہ پکار رہے تھے کہ یہاں کچھ ہوا ضرور ہے، لیکن کیا ہوا ہے، کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔

جلد ہی رحمت بابا ایک نوجوان عورت کو لے کر وہاں آ گیا۔ اس سے معلوم کرنے پر بھی یہی معلوم ہوا کہ دانت اس کا نہیں تھا۔

''رہا سہا شک بھی جاتا رہا۔ اب یہ بات یقینی ہو گئی ہے کہ اس رات تین آدمی آپ کے کمرے میں ضرور داخل ہوئے تھے اور ان میں سے کسی ایک کا یہ دانت ہے۔ فاروق! ہمیں فوراً راحت عزیز سے مل کر ان تینوں کے حلیے معلوم کرنے ہیں اور اگر ہم ان تک پہنچ گئے تو راحت عزیز کے ذریعے ہی ان کی شناخت کرائیں گے، لہٰذا آؤ چلیں۔'' محمود نے جلدی جلدی کہا اور باغ سے نکلنے کے لیے مڑا، لیکن یہ دیکھ کر اسے حیرت ہوئی کہ فاروق نے اپنی جگہ سے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا تھا، وہ تو ایک پودے کے پاس اس طرح بت بنا کھڑا تھا جیسے کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو۔ یہ دیکھ کر محمود تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''کیا ہوا تمہیں، کہاں پہنچ گئے ہو؟'' اس نے جھلا کر کہا۔

فاروق نے اس کی طرف نظر بھر کر دیکھا اور پھر بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''جاؤ محمود... ابا جان کو فون کر دو۔ ان کا یہاں آنا بہت ضروری ہے۔''

O

فاروق کے الفاظ حد درجے سنسنی خیز تھے۔ نہ جانے اس نے یہ بات کیوں کہی تھی۔ محمود الجھن میں پڑ گیا، ادھر اُدھر

دیکھا لیکن کوئی ایسی بات نظر نہ آئی۔ فاروق نے اسے اپنی طرف گھورتے پایا تو سرگوشی کے انداز میں بولا۔

''مجھے یہاں ایک چیز نظر آئی ہے جس نے میرے ہوش اڑا دیے ہیں۔ معاملہ بہت خوفناک صورت اختیار کر گیا ہے۔''

''آخر وہ کیا چیز ہے۔؟''

''میں کہہ چکا ہوں پہلے جا کر ابا جان کو فون کرو، میں یہیں ٹھہروں گا۔ اس کے بعد تم راحت عزیز کو بھی یہیں بلا کر لے آنا اور ہاں ابا جان کو فون کرو تو فون پر انھیں کچھ نہ بتانا ورنہ فرزانہ صاحبہ بھی ساتھ چلی آئیں گے اور اس کیس کا سہرا بھی اپنے سر باندھنا چاہیں گی جب کہ میں چاہتا ہوں، اس مرتبہ اس کے سائے بھی کیس میں دخل نہ دیں۔''

''اگر وہ آئی تو اس کے سائے گھر میں کیسے رہیں گے۔'' محمود نے اسے بری طرح گھورا اور سیٹھ سہراب کی طرف مڑا۔

''فون کس کمرے میں ہے، رحمت بابا کو میرے ساتھ بھیج دیں۔''

''بات کیا ہے۔'' سیٹھ سہراب نے پریشان ہو کر پوچھا۔

''ہم اپنے ابا جان کو یہاں بلانا چاہتے ہیں۔''

''آپ لوگ میری پریشانی میں اضافہ ہی کرتے چلے جا رہے ہیں، خیر، رحمت بابا انھیں فون کے پاس لے جاؤ۔''

محمود جلتا بھنتا رحمت بابا کے ساتھ چلا گیا، کیونکہ فاروق نے اسے کچھ نہیں بتایا تھا۔ خدا جانے اسے کیا نظر آیا تھا۔ فون سیٹھ سہراب کے کمرے میں ہی تھا۔ فون کرنے سے پہلے اس نے سڑک کے دوسری طرف راحت عزیز کی کھڑکی کی طرف نگاہ کی، وہ اب بھی بند تھی۔ اس نے فون کا ریسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے لگا۔

O

انسپکٹر جمشید جیپ سے اتر کر گھر میں داخل ہوئے۔ دروازہ فرزانہ نے کھولا تو انھوں نے کہا:

''کیوں! محمود اور فاروق نہیں آئے اب تک۔''

''جی نہیں، خدا جانے کیا بات ہے، شاید وہ کہیں الجھ گئے ہیں۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے نکلا اور پھر وہ میز پر آ کر بیٹھ گئے۔ اسی وقت بیگم جمشید آتی نظر آئیں۔

''ارے! میں تو سمجھی تھی محمود اور فاروق آئے ہیں لیکن یہ تو آپ ہیں۔''

''ہاں! نہ جانے وہ کہاں اٹک گئے۔ اس وقت تک وہ آدھ گھنٹا لیٹ ہو چکے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے فکر مند ہو کر کہا۔

''اللہ رحم کرے۔''

''دراصل وہ جان بوجھ کر ٹانگ اڑا بیٹھتے ہیں۔'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''ٹانگ اڑانے والی کوئی بات ہوتی ہے، تبھی اڑاتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

اسی وقت فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگاتے ہوئے ہیلو کہا تو محمود کی آواز سنائی دی:

''ابا جان یہ میں ہوں۔''

''تم کہاں سے بول رہے ہو۔'' انسپکٹر جمشید نے اسے جملہ مکمل نہ کرنے دیا۔

''جی! ہم اس وقت سیٹھ سہراب کے ہاں موجود ہیں۔ اگر آپ فوری طور پر یہاں آجائیں تو بہتر ہے۔''

''بات کیا ہے؟۔''

''بات تو ابھی یہاں کسی کو بھی معلوم نہیں، لیکن بات کچھ نہ کچھ ہے ضرور۔''

''اچھی بات ہے، پتا بتاؤ۔''

''13 کوئین روڈ۔'' محمود نے فوراً کہا، کیونکہ وہ اندر داخل ہونے سے پہلے نمبر دیکھ چکا تھا۔

''ٹھیک ہے میں پہنچ رہا ہوں۔'' انھوں نے کہا اور ریسیور رکھ کر فرزانہ اور بیگم کی طرف مڑے اور بولے:

''وہ واقعی الجھ گئے ہیں، اس وقت سیٹھ سہراب کے گھر ہیں جو 13 کوئین روڈ پر ہے، میں وہاں جا کر دیکھتا ہوں، کیا معاملہ ہے۔''

''کیا آپ مجھے نہیں لے جائیں گے۔''

''ضرور چلو!'' انسپکٹر جمشید مسکرائے اور بیگم جمشید نے برا سا منہ بنایا۔ فوراً ہی دونوں گھر سے نکل کر جیپ میں بیٹھے اور کوئین روڈ کی طرف روانہ ہو گئے۔ بیگم جمشید نے دروازہ بند کر لیا۔

دونوں وہاں پہنچے تو محمود دروازے پر کھڑا نظر آیا۔

''کیوں بھئی خیر تو ہے، فاروق کہاں ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا۔

وہ اس وقت ہیرو بنا اندر کھڑا ہے۔'' محمود نے فرزانہ کو دیکھ کر منہ بناتے ہوئے کہا۔

''معاملہ کیا ہے؟''

محمود نے مختصر لفظوں میں راحت عزیز کے بارے میں انھیں بتایا اور اس کے ساتھ ساری تفصیل کہہ سنائی، آخر میں وہ بولا:

''اب فاروق کو باغ میں نہ جانے کیا نظر آیا ہے، وہ وہاں جم کر کھڑا ہو گیا ہے، اس کا کہنا ہے، جب تک آپ نہیں آجاتے، وہ وہاں سے ہل بھی نہیں سکتا۔''

''حیرت کی بات ہے، اسے ضرور کوئی عجیب چیز نظر آئی ہو گی۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اندر کی طرف چلنے لگے تو فرزانہ نے پیچھے سے کہا:

''ابا جان! آپ اندر چلیں، میں ذرا راحت سے مل کر آتی ہوں۔''

''اس کی ماں اس سے ملنے کی اجازت نہیں دے گی۔'' محمود بولا۔

''تم فکر نہ کرو، میں مل لوں گی۔''

فرزانہ نے کہا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتی سڑک کے دوسری طرف چلی گئی۔ ادھر یہ اندر داخل ہوئے اور باغ میں پہنچے۔ سیٹھ سہراب نے فکرمند انداز میں ان سے ہاتھ ملایا:

''مجھے خوشی ہے جناب کہ آپ نے یہاں آنے کی زحمت گوارا کی، جب کہ میرا خیال ہے، یہاں کوئی گڑبڑ سرے سے ہوئی ہی نہیں۔''

''تب پھر وہ مصنوعی دانت کہاں سے آ گیا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اس کے بارے میں میں کچھ نہیں جانتا۔'' اس نے بے چارگی سے کہا۔

''خیر ہم دیکھتے ہیں۔'' یہ کہہ کر وہ فاروق کے قریب آ گئے جو اب تک اسی جگہ کھڑا تھا۔

''تمہیں کیا ہوا ہے، کیا نظر آیا ہے، کس نے بت بننے پر مجبور کیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید ایک سانس میں کہہ گئے۔

''آپ کے ساتھ فرزانہ نہیں آئی، یہ بہت اچھی بات ہوئی۔'' فاروق نے ان کی بات کا جواب دینے کی بجائے خوش ہو کر کہا۔

''کیوں! اس کے آنے سے تمہارا کیا نقصان ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

''میں چاہتا ہوں، یہ کیس ہم اس کے بغیر حل کر ڈالیں اور وہ منہ دیکھتی رہ جائے۔''

''خیر تم یہ بتاؤ! تمہیں نظر کیا آیا ہے؟۔''

''ابا جان! آپ پوری تفصیل تو سن ہی چکے ہیں، باغ میں آنے سے پہلے مجھے یہ یقین نہیں آیا تھا کہ یہاں کچھ ہوا ہے، میں یہ سمجھا تھا کہ ضرور راحت عزیز نے کوئی خواب دیکھا ہے، پھر ہمیں مصنوعی دانت ملا اور ہمیں راحت عزیز کی بات پر کسی حد تک یقین ہونے لگا، لیکن باغ میں آ کر تو میں سو فیصد یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہاں ایک عدد سنگین واردات کی جا چکی ہے۔'' اس نے ایک ایک لفظ چبا چبا کر کہا، سنگین واردات کے الفاظ نے باغ میں سنسنی کی ایک لہر دوڑا دی۔

''خدا کے لیے! جلدی کہیے، آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' سیٹھ سہراب نے گھبراہٹ کے عالم میں کہا، اس کے چہرے کا رنگ بدلتا جا رہا تھا۔

''میری آنکھوں کے سامنے گلاب کا ایک پودا ہے، اگر آپ اس پودے کو غور سے دیکھیں تو بھی آپ کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔ میرے والد صاحب اور بھائی کو نظر آ جائے گا، لیکن کسی اور کو نہیں۔'' اس نے پر اسرار لہجے میں کہا۔

''یار فاروق! اس قدر سسپنس نہ پیدا کرو اور جلدی بتاؤ اس پودے میں کیا بات ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی بہتر! اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں خود ہی بتا دوں اور آپ غور سے دیکھنے کی زحمت سے بچ جائیں تو گلاب کے اس پودے کی ایک ننھی سی شاخ میں ایک چیز اٹکی ہوئی ہے، یہ چیز بظاہر گلاب کی کلی کی مانند نظر آتی ہے، لیکن جب آپ سب لوگ اسے نزدیک سے دیکھیں گے تو آپ کے اوپر کے سانس اوپر اور نیچے کے نیچے رہ جائیں گے۔''

''ضروری نہیں، ہوسکتا ہے، ہمارے نیچے کے سانس اوپر اور اوپر کے نیچے رہ جائیں۔'' محمود نے برا سا منہ بنایا، کیونکہ اسے فاروق کا دیر کرنا اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

''تم بتاتے ہو یا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے اسے گھورا۔ پودے کو غور سے دیکھ لینے کے باوجود ابھی تک انھیں کوئی ایسی چیز نظر نہیں آئی تھی۔ شاید فاروق کو اتفاقیہ نظر آ گئی تھی جیسے بعض لوگوں کو عید کا چاند کوشش کے باوجود نظر نہیں آتا اور بعض بغیر کوشش کے ہی دیکھ لیتے ہیں۔ آخر فاروق نے اپنی انگلی سے اس شاخ کی طرف اشارہ کیا۔

انسپکٹر جمشید اور محمود کے ساتھ خود سیٹھ سہراب، منشی علی وصی اور رحمت بابا بھی اس شاخ پر جھک گئے، پہلی نظر میں انھیں کچھ احساس نہ ہوسکا کہ شاخ میں کیا چیز اٹکی ہوئی ہے اور پھر سب سے پہلے انسپکٹر جمشید کے منہ سے حیرت زدہ لہجے میں نکلا:

''اُف میرے خدا! یہ تو کسی کی کٹی ہوئی ناک ہے۔''

''ناک!'' سیٹھ سہراب تھر تھر کانپتی آواز میں بولے۔

''جی ہاں ناک... لیکن یہ پوری ناک نہیں ہے... صرف ناک کا اوپری حصہ ہے...'' انھوں نے کہا۔

سیٹھ سہراب کے بدن میں تھرتھری دوڑ گئی، وہ کھڑے کھڑے لڑکھڑایا جیسے بے ہوش ہونے لگا ہو، منشی علی وصی اور رحمت بابا نے تیزی سے آگے بڑھ کر اسے سنبھالا... اس نے مردہ ہوتی آواز میں کہا:

''مجھے میرے کمرے میں پہنچا دو، میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔''

دوسروں کے بھی رنگ اڑتے جا رہے تھے۔

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 4

فرزانہ نے راحت عزیز کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ دروازہ فوراً ہی کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کی عورت نے سر باہر نکالا۔

''راحت گھر میں ہے، میں اس کی کلاس فیلو ہوں۔''

''ہاں! اندر آجاؤ بیٹی۔'' عورت نے کہا اور فرزانہ دل ہی دل میں مسکراتی اندر داخل ہوئی۔

''وہ سامنے والے کمرے میں بیٹھی ہے، میں نے تھوڑی دیر پہلے ذرا اسے ڈانٹا تھا، اس لیے منہ بنا ہوا ہے، میں باورچی خانے میں مصروف ہوں، تم خود اس کے پاس چلی جاؤ۔''

''جی شکریہ!'' فرزانہ خوش ہو کر بولی۔ مسئلہ خود بخود حل ہو گیا تھا۔

وہ تیز تیز چلتی اندر داخل ہوئی۔ راحت تکیے میں منہ چھپائے سسکیاں بھر رہی تھی۔ فرزانہ نے اس کے کندھے پر پیار سے ہاتھ رکھا تو وہ چونک کر مڑی:

میرا نام فرزانہ ہے اور میں نے تمہاری امی کو بتایا ہے کہ میں تمہاری کلاس فیلو ہوں۔ فرزانہ نے سرگوشی کی۔

''میں سمجھی نہیں؟ تم میری کلاس فیلو نہیں ہو، پھر یہاں کس لیے آئی ہو؟'' اس نے اداس لہجے میں کہا۔

''میں محمود اور فاروق کی بہن ہوں۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے انھیں ساتھ والے مکان میں ہونے والی واردات کے متعلق بتایا تھا۔''

''میں سمجھی، آپ کیا چاہتی ہیں؟۔''

''تفصیل سے ساری بات ایک بار پھر سننا چاہتی ہوں، کیونکہ اس رات کوٹھی میں واقعی کوئی واردات ہو چکی ہے۔'' فرزانہ بولی۔

''میں آپ کے بھائیوں کو سب کچھ بتا تو چکی ہوں۔''

''لیکن میں تمہارے منہ سے سننا چاہتی ہوں، چند سوال بھی کروں گی، شاید اس طرح ہم اس معاملے کی تہہ تک پہنچ سکیں۔''

''بہت اچھا!'' اس نے کہا اور وہی کچھ دہرایا جو محمود اور فاروق کو بتایا تھا۔

''اگر تم انھیں دیکھو گے تو پہچان لو گی۔''

''شاید رات کا وقت تھا، میں نے ان کے چہرے صاف طور پر تو نہیں دیکھے تھے، لیکن پھر بھی میرا خیال ہے کہ میں

انھیں پہچان سکتی ہوں، کیونکہ ان میں سے ایک کا سر انڈے کے چھلکے کی طرح صاف تھا، دوسرے کا سر بہت بھدا سا تھا، تیسرے کی ناک بالکل بیٹھی ہوئی تھی، انڈے جیسے سر والے کی آنکھیں بہت موٹی اور باہر کو ابلی ہوئی تھیں، میں ان میں سے ایک کا چہرہ نہیں دیکھ سکی اس نے قمیص کے کالر کھڑے کر رکھے تھے اور ہیٹ چہرے پر جھکا ہوا تھا، لیکن باقی دو کو میں فوراً پہچان سکتی ہوں۔''

''تم بہت ذہین ہو، تم سے مل کر خوشی ہوئی، کیا تم یقین سے کہہ سکتی ہو کہ اس گھر سے تین کی بجائے دو آدمی واپس باہر نکلے تھے اور تیسرا اندر ہی رہ گیا تھا۔''

''ہاں! میں رات بھر بالکل نہیں سو سکی تھی۔''

''جو آدمی باہر نکلے، وہ کون کون سے تھے، میرا مطلب ہے، اندر کون سا رہ گیا تھا۔'' فرزانہ نے پوچھا۔

''وہ جس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔'' راحت نے جواب دیا۔

''اچھا تو اب میں چلتی ہوں، تم یہ بات کسی کو نہ بتانا کہ سیٹھ سہراب کی کوٹھی میں داخل ہونے والے کم از کم دو آدمیوں کو پہچان سکتی ہو، کہیں حملہ آور تمہارے پیچھے نہ پڑ جائیں۔'' فرزانہ نے اسے سمجھایا۔

''کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟۔'' راحت نے سہم کر کہا۔

''ہاں! اگر انھوں نے کوئی جرم کیا تھا تو وہ خود کو بچانے کے لیے تمھیں راستے سے ہٹانا چاہیں گے۔''

''ہائے اللہ!'' اس کے منہ سے نکلا۔

''ڈرنے کی ضرورت نہیں! میں نے یہ ذکر احتیاطاً کر دیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ضرور ہی تمہارے پیچھے پڑ جائیں گے، انھیں تو یہ بات معلوم بھی نہیں کہ تم انھیں اندر داخل ہوتے اور پھر تین میں سے دو کو نکلتے دیکھ چکی ہو۔''

یہ کہہ کر فرزانہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ راحت اسے دروازے تک چھوڑنے آئی۔ اس کی والدہ ابھی تک باورچی خانے میں مصروف تھی۔

''دروازہ اندر سے بند رکھنا اور کوئی دستک دے تو اچھی طرح اطمینان کرنے کے بعد ہی کھولنا، کیا تم چھت پر چڑھ کر دیکھ سکتی ہو کہ دستک دینے والا کون ہے؟۔''

''ہاں! منڈیر سے نیچے کھڑے آدمی کو دیکھا جا سکتا ہے۔''

''بس تو پھر ٹھیک ہے، یہ دیکھ لینا کہ دستک دینے والے کہیں وہ دونوں تو نہیں۔ اگر ایسا ہی ہو تو تم اپنی چھت سے کوئی کنکر اٹھا کر سیٹھ سہراب کی کھڑکی کے کسی شیشے پر دے مارنا، ہم لوگ وہیں ہیں۔''

''کیا اس کا امکان ہے، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں یہاں آئیں؟۔''

''ابھی میں یقین سے نہیں کہہ سکتی، لیکن میں چاہتی ہوں، تم ہر مصیبت سے آزاد رہو۔''

''اچھی بات ہے، آپ کا بہت بہت شکریہ۔''

اور فرزانہ دروازے سے نکل کر سیٹھ سہراب کی کوٹھی کے دروازے کی طرف چل پڑی۔ راحت نے دروازہ اندر سے بند کرلیا۔ پھر جونہی فرزانہ کوٹھی میں داخل ہوئی، راحت عزیز کے دروازے پر دستک ہوئی۔

O

سیٹھ سہراب کو ان کے کمرے میں پہنچا دیا گیا تھا، لیکن باقی لوگ وہیں موجود تھے، ناک کو تنکوں کے ذریعے شاخ سے اتار کر ایک صاف کاغذ پر رکھ لیا گیا تھا اور اب وہ اس کا جائزہ لے رہے تھے۔

''ناک قدرے مرجھائی ہوئی ہے، اس کا مطلب ہے، اسے کٹے کئی دن ہو گئے ہیں۔'' محمود نے خیال ظاہر کیا۔

''سوال یہ ہے کہ وہ آدمی کہاں ہے؟ کس حال میں ہے؟ اگر کسی نے اس کی ناک کاٹ لی تھی تو اس نے پولیس میں رپورٹ درج کیوں نہیں کرائی؟'' فاروق بولا۔

''شاید منشی علی وصی اس مسئلے پر کچھ روشنی ڈال سکیں۔'' انسپکٹر جمشید نے بغور علی وصی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''جی میں... بھلا میں کیا بتا سکتا ہوں، میں تو اس گھر کا پارٹ ٹائم ملازم ہوں، شام کو آتا ہوں اور چلا جاتا ہوں اور ملازم ہوئے بھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔''

''آپ سے پہلے جو منشی تھا، وہ کیوں چلا گیا۔''

''اس کے والد کی وفات ہو گئی تھی، لہٰذا اسے باپ کا کاروبار سنبھالنے کے لیے جانا پڑا۔''

''کیا آپ نے اسے دیکھا تھا۔''

''جی نہیں، میں اس کے جانے کے چند روز بعد اخبار میں اشتہار دیکھ کر یہاں آیا تھا۔''

''اچھا اس ناک کو غور سے دیکھیں، کیا یہ ناک آپ کسی چہرے پر دیکھ چکے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی نہیں، ویسے بھی یہ اپنی اصلی حالت کھو چکی ہے۔'' علی وصی بولا۔

''چھ سات روز سے آپ نے سیٹھ سہراب کی حالت میں کوئی تبدیلی تو محسوس نہیں کی۔ وہ پریشان تو نظر نہیں آتے تھے۔''

''میرا خیال ہے، میں نے انھیں کسی قدر پریشان محسوس کیا ہے۔'' یہ سن کر انسپکٹر جمشید رحمت بابا کی طرف مڑے:

''کیا آپ نے بھی ان چھ دنوں کے دوران انھیں پریشان محسوس کیا ہے؟''

''ہاں! اس میں کوئی شک نہیں۔'' اس نے کہا۔

''آپ ذرا جمیل خان کو بلا یئے، یہی سوال میں اس سے بھی کروں گا۔'' انھوں نے کہا۔

''اس کا جواب بھی یہی ہوگا، کیونکہ وہ مجھ سے یہ بات کئی بار کہہ چکا ہے، بلکہ اس بے چارے کو تو سیٹھ صاحب نے

ادھار بھی نہیں دیا تھا، حالانکہ پہلے کبھی انھوں نے ملازم کو ادھار دینے سے انکار نہیں کیا۔"

"بہت خوب... اچھا اب آپ سب جا کر کسی کمرے میں بیٹھ جائیں، ہم باغ کا اچھی طرح جائزہ لینا چاہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

وہ سب گئے ہی تھے کہ فرزانہ وہاں پہنچ گئی۔ اسے دیکھ کر فاروق نے منہ بنایا:

"آخر تم بھی آ ہی گئیں، گھر میں بیٹھا نہیں گیا۔"

"میں تو ابا جان کے ساتھ ہی آ گئی تھی، ذرا راحت عزیز سے ملنے گئی تھی۔ اہم بات یہ ہے کہ جو تین آدمی چھ روز پہلے یہاں داخل ہوئے تھے، وہ ان میں سے دو کو اچھی طرح پہچانتی ہے، سڑک پر لگے مرکری بلب کی روشنی میں اس نے انھیں صاف طور پر دیکھا تھا، لیکن تیسرے آدمی نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا۔"

"بہت خوب!" انسپکٹر جمشید خوش ہو کر بولے:

"تم نے ایک کام کی بات معلوم کر لی ہے۔"

"ظاہر ہے، کام کی باتیں صرف فرزانہ ہی معلوم کر سکتی ہے۔" فاروق جل کر بولا۔

"کیا بات ہے؟، آج بہت تلملائے ہوئے ہو، کہیں مرچیں زیادہ تو نہیں کھا لیں۔" فرزانہ مسکرا دی۔

"نہیں! امی جان سالن میں کبھی مرچیں زیادہ نہیں ڈالتیں۔" فاروق بولا۔

"تو پھر شکل پر اڑھائی کیسے بجے ہیں۔"

"یہ میری شکل گھنٹا گھر کب سے بن گئی؟۔" فاروق نے جھلا کر کہا۔

"جب سے تم نے جھلانا شروع کیا ہے۔" فرزانہ برابر مسکرائے جا رہی تھی۔

"چلو اچھا ہے، اب گھر میں کوئی کلاک نہیں لگانا پڑے گا، فاروق کے چہرے پر ہی وقت دیکھ لیا کریں گے۔" محمود بھی نہ رہ سکا۔

"بھئی فاروق! یہ دونوں تو آج تمہارے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گئے ہیں۔"

"جی ہاں! مجھ سے بڑی غلطی ہوئی، آج ہاتھ دھونا بھول گیا۔" فاروق نے منہ بنایا اور وہ بے ساختہ مسکرا دیے۔

"اچھا اب ذرا کام کی باتیں ہو جائیں، یہ چھیڑ چھاڑ تو فرصت کے وقت بھی کی جا سکتی ہے۔ کٹی ہوئی ناک ایک حیرت انگیز معاملہ ہے۔ راحت عزیز کے بیان کے مطابق چھ روز پہلے اس گھر میں تین آدمی داخل ہوئے تھے۔ انھوں نے سیٹھ صاحب کے کمرے کی لائٹ آف کر دی تھی اور پھر آدھ گھنٹے تک اندر رہنے کے بعد باہر نکلے تھے، لیکن صرف دو، ایک اس کے بیان کے مطابق اندر ہی رہ گیا تھا۔ کہیں یہ ناک اسی تیسرے آدمی کی تو نہیں، کیونکہ ہمیں اس ناک کے علاوہ ایک مصنوعی دانت بھی ملا ہے اور ابھی تک اس کے مالک کا پتا نہیں چل سکا، اس طرح اس ناک کا مالک بھی غائب

ہے، یہاں کوئی نلکا موجود نہیں۔ تو کیا دونوں نے اس تیسرے آدمی کو ختم تو نہیں کر دیا۔'' انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

''لیکن تیسرا آدمی تو ان کے ساتھ اپنی مرضی سے آیا تھا، وہ اسے اٹھا کر تو نہیں لائے تھے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''ہاں! یہ ٹھیک ہے، لیکن ہوسکتا ہے، بعد میں ان کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا ہو۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔'' فاروق نے ان کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''یہ کہ! ناک کا اس گڑھے کے پاس ملنا حیرت انگیز ہے۔ کیوں نہ ہم اس گڑھے سے مٹی نکال کر دیکھیں۔''

''اوہ!'' ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''خیال تو اچھا ہے، کیونکہ اس تیسرے آدمی کا ابھی تک کوئی پتا نہیں چل سکا۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

''فاروق تم رحمت بابا سے کوئی بیلچہ یا کھرپا لے آؤ۔''

''جی بہت بہتر!'' فاروق نے کہا اور دوڑتا ہوا باغ سے نکل گیا۔

''اب اگر اس گڑھے میں سے کوئی لاش نکل آتی تو کیس انتہائی سنگین صورت اختیار کر جائے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

''اور اگر اس گڑھے میں سے کچھ نہیں نکلتا تو؟'' محمود بولا۔

''تو مصنوعی دانت اور کٹی ہوئی ناک ہمارے لیے ایک مسئلہ بن جائیں گے۔'' انھوں نے جواب دیا۔

اسی وقت فاروق ایک بیلچہ اور ایک کھرپا لے کر آ گیا۔

''چلو کھودو۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''جی! میں کھودوں۔'' فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

''ہاں کیوں! کیا تم کمزور ہو؟'' فرزانہ نے شریر لہجے میں کہا۔

''محمود مجھ سے طاقت ور ہے۔'' فاروق نے مسکرا کر کہا۔

''لاؤ! میں کام چور نہیں ہوں۔'' محمود نے کہا اور بیلچہ اس کے ہاتھ سے لے کر گڑھے میں اتر گیا۔ اس نے مٹی باہر اچھالنا شروع کی۔

''بھئی واہ! بالکل ایسا معلوم ہو رہا ہے جیسے ہمیشہ سے یہی کام کرتے رہے ہو۔'' فرزانہ بولی۔

''فکر نہ کرو، تمہاری بھی باری آئے گی۔'' محمود نے جلدی سے کہا۔

محمود جلد ہی پسینے پسینے ہو گیا، گرمی کے دن تھے، سورج اگرچہ غروب ہونے کے قریب تھا، لیکن اب تک ہوا بہت گرم تھی۔ آخر فاروق آگے بڑھا اور بیلچہ اس کے ہاتھ سے لے لیا، پھر وہ بھی جلد ہی تھک گیا۔ یہ دیکھ کر فرزانہ آگے بڑھی، لیکن اس کے کس بل بھی چند منٹ میں ہی نکل گئے، دراصل انھوں نے ایسے کام کبھی نہیں کیے تھے۔ آخر انسپکٹر جمشید آگے

بڑھے اور بیلچہ لینے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا:

''آپ کھودیں گے؟'' فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں کیوں! کیا حرج ہے؟''

''نہیں آپ رہنے دیں، آپ کو کھودتے دیکھ کر ہمیں شرم آئے گی۔''

''اس میں شرم کی کیا بات ہے؟''

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے بیلچہ اس کے ہاتھ سے لے لیا اور اب جو گڑھے سے مٹی نکلنی شروع ہوئی تو وہ حیران رہ گئے۔ انسپکٹر جمشید بالکل کسی مزدور کی مہارت سے بیلچہ چلا رہے تھے۔

''کمال ہے ابا جان! آپ تو بہت ماہر معلوم ہوتے ہیں اس کام میں۔'' فاروق کہے بغیر نہ رہ سکا۔

''ہاں! میں ہر کام کر لینے کا عادی ہوں۔'' وہ بھی مسکرائے، لیکن اچانک ان کی مسکراہٹ بجھ گئی، چہرے پر حیرت کے آثار پیدا ہو گئے۔ تینوں تیزی سے آگے بڑھے اور پھر ٹھٹک کر رہ گئے۔

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 5

راحت عزیز نے بوکھلا کر دروازے کی طرف دیکھا اور پھر تیز تیز قدم اٹھاتی دروازے پر پہنچی۔ اس نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا:

''کون ہے؟''

''دروازہ کھولو۔'' ایک کھردری سی آواز سنائی دی۔

''پہلے یہ بتاؤ، تم کون ہو؟۔''

''ہم کہتے ہیں دروازہ کھولو۔''

''اچھا ٹھہرو۔'' اس نے کہا اور دوڑتی ہوئی باورچی خانے کے دروازے پر آئی۔ یہاں اس کی امی کام میں مصروف تھی۔

''کون ہے بیٹی دروازے پر۔'' اس نے پوچھا۔

''کچھ بدمعاش سے آدمی لگتے ہیں، میں اوپر سے انھیں دیکھنے جارہی ہوں۔ آپ دروازہ نہ کھولیے گا۔''

''بدمعاش سے لوگ؟'' اس کی والدہ چونکی۔

''میں ابھی آئی۔'' راحت عزیز نے کہا اور سیڑھیاں چڑھتی چلی گئی۔ اوپر جا کر اس نے نیچے جھانکا اور پھر یہ دیکھ کر اس کی سٹی گم ہوگئی کہ دروازے پر وہی دونوں آدمی موجود تھے جو ایک تیسرے کے ساتھ سیٹھ کی کوٹھی میں داخل ہوئے تھے۔ اس وقت انھوں نے ایک بار پھر دروازہ کھٹکھٹایا۔

''دروازہ نہیں کھلے گا، بھاگ جاؤ، ورنہ میں شور مچا کر لوگوں کو جمع کرلوں گی۔'' اس نے اوپر سے کہا۔

دروازے پر کھڑے دونوں آدمیوں نے چونک کر اوپر دیکھا اور پھر سوالیہ انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ آخر تیزی سے مڑے اور سڑک کے دائیں طرف چلے گئے۔ راحت نیچے اتری اور اپنی امی کو ساری بات بتانے لگی۔

''اسی لیے میں کہا کرتی ہوں کہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ نہیں اڑانی چاہیے، لیکن تم کہاں میری سنتی ہو اور پھر اپنی زبان پر بھی قابو نہیں رکھتیں۔ اگر تم نے ان دو لڑکوں کو کچھ نہ بتایا ہوتا تو یہ دونوں بھی یہاں نہ آتے، انھیں ہرگز یہ معلوم نہیں ہوسکتا تھا کہ تم انھیں دیکھ چکی ہو۔''

''خدا جانے انھیں یہ بات کس طرح معلوم ہوگئی۔'' راحت بڑبڑائی اور پھر اچانک اسے یاد آیا کہ فرزانہ نے پہلے ہی

اس خطرے کی طرف اشارہ کر دیا تھا، اسے یہ بھی یاد آیا کہ خطرے کی صورت میں وہ کنکر پھینک کر اسے خبردار کر سکتی تھی۔ اس خیال کے آتے ہی اس نے کچھ اطمینان محسوس کیا۔ اس نے دروازے اور کھڑکی کا ایک بار پھر جائزہ لیا۔ وہ کافی مضبوط تھے اور انھیں توڑنا آسان نہیں تھا، اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی، سورج غروب ہو چلا تھا اور تاریکی بڑھنے لگی تھی۔ اس کا دل ابھی تک دھک دھک کر رہا تھا، وہ سوچ رہی تھی، اگر فرزانہ نے اسے خبردار نہ کر دیا ہوتا تو اس وقت نہ جانے کیا ہو جاتا۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ رات بھر نہیں سوئے گی، بلکہ جاگ کر رات گزارے گی۔

یہ سوچ کر وہ چھت پر آ گئی، اس نے اپنی امی سے کہہ دیا کہ گرمی محسوس ہو رہی ہے، لہٰذا چھت پر سوئے گی، چھت پر بھی دو چارپائیاں موجود تھیں۔ اس نے ہر پانچ منٹ بعد اٹھ کر چاروں طرف نیچے جھانکتے رہنے کا پروگرام بنایا۔ ان تمام انتظامات کے باوجود اسے یوں لگ رہا تھا جیسے خطرہ اس کی طرف بڑھ رہا ہو۔ اچانک اسے کوئی خیال آیا اور وہ چھت پر جھک گئی۔

وہ ساکت رہ گئے!

گڑھے میں ایک لاش موجود تھی۔ لاش کا سر نظر آتے ہی انسپکٹر جمشید نے بیلچہ رکھ دیا۔ آس پاس کی مٹی خون آلود تھی۔

''اُف اللہ! اس لڑکی کی مدد سے ہم ایک لاش تک پہنچ گئے۔'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

''ہاں! اگر وہ یہ بات ہمیں نہ بتاتی تو ہم کبھی یہاں نہ آتے اور اس لاش کا پتا نہ چلتا۔''

''سیٹھ سہراب اور دوسرے لوگوں کو یہاں بلا لاؤ۔ اگر سیٹھ کی حالت اچھی نہ ہو تو اسے نہ لانا۔'' انسپکٹر جمشید نے ان تینوں سے کہا۔

''ابا جان! ان لوگوں کو بلانے سے پہلے یہ تو دیکھ لیں کہ اس کی ناک موجود ہے یا نہیں۔'' فاروق نے کہا۔

''ناک موجود ہونے کا کوئی امکان نہیں، تم جاؤ اور ہاں اکرام کو بھی فون کر دینا، وہ ضروری عملے کو ساتھ لے کر آ جائے گا۔ یہاں لائٹ کی بھی ضرورت پڑے گی، اکرام سے کہہ دینا گیس لیمپ بھی لے آئے۔''

''جی اچھا!''

تھوڑی دیر بعد سیٹھ سہراب سمیت سب لوگ گڑھے کے اردگرد موجود تھے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے لاش کے سر کو دیکھ رہے تھے، سر کا ابھی صرف اوپر والا حصہ نظر آ سکا تھا، باقی دھڑ ابھی تک مٹی میں چھپا ہوا تھا۔

''یا خدا! یہ کس کی لاش ہے۔'' سیٹھ سہراب کے منہ سے نکلا۔

''ان تین حملہ آوروں میں سے ایک کی، جو چھ روز پہلے آپ کے کمرے میں داخل ہوئے تھے، آپ کی پڑوسی لڑکی نے تین میں سے دو کو واپس جاتے دیکھا تھا، لہٰذا صاف ظاہر ہے کہ یہ اس تیسرے کی ہی لاش ہے، انھوں نے اسے ختم کیا اور اس گڑھے میں دبا دیا۔''

''لیکن کیوں! آخرانھوں نے اس کام کے لیے میرا ہی گھر کیوں چنا۔''

''یہ باتیں تو ہمیں ابھی معلوم کرنا ہوں گی۔فون کر دیا گیا ہے اور عملے کے لوگ آتے ہی ہوں گے۔''

جلد ہی اکرام دوسرے لوگوں کے ساتھ وہاں آپہنچا، لاش کے آس پاس سے مٹی احتیاط سے ہٹائی گئی اور پھر جب چہرے پر سے مٹی صاف کی جاچکی تو وہ سب خوف سے لرز اٹھے۔ چہرہ بالکل بگاڑ دیا گیا تھا۔اس کا کوئی حصہ بھی صحیح سلامت نہیں تھا، ناک تو غائب تھی ہی، اس کے ساتھ دوسرے حصے بھی اس طرح کاٹ دیے گئے تھے کہ پہچان مشکل ہوگئی تھی۔جب اسے گڑھے سے نکال کر گھاس پر لٹایا گیا تو گیس کی روشنی میں بغور دیکھنے پر بھی کوئی یہ نہ بتاسکا کہ وہ کون ہے؟ اسے پہلے کسی نے دیکھا ہے یا نہیں۔ بتایا تو اس وقت جاتا جب اس کے چہرے کے نقش و نگار سلامت ہوتے۔ اس طرح کیس نے ایک عجیب صورت اختیار کرلی۔انسپکٹر جمشید نے اکرام کو کچھ ضروری ہدایات دیں۔ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ لاش کی انگلیوں کے نشانات ضرور لیے جائیں اور چہرہ جس حد تک بھی بچ گیا ہے، اس کی تصاویر ضرور لی جائیں بلکہ جسم کے باقی حصوں کی بھی تصاویر لی جائیں اور اس کے بعد لاش پوسٹ مارٹم کے لیے لے جائی جائے۔

اس کے بعد وہ سب ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔سب کے چہرے زرد پڑ چکے تھے۔سیٹھ سہراب کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔

''میرے ذہن میں ایک بات آتی ہے اور وہ یہ کہ آپ کے بھتیجے نے آپ کو پھنسانے کے لیے یہ کام کرایا ہے، تاکہ آپ جیل چلے جائیں اور آپ کی ساری دولت کا مالک وہ بن جائے۔اس خیال کی تصدیق کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اسے یہاں بلایا جائے۔آپ ہمیں اس کا پتا اور فون نمبر دے دیں، ہم اسے یہاں بلا لیتے ہیں۔نام تو شاید اس کا وقار احمد ہے۔'' انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔

''جی ہاں! لیکن وقار ایسا نہیں ہوسکتا، وہ ہرگز لالچی نہیں ہے، اس لیے میرا ایمان ہے کہ یہ کام اس کا نہیں ہے۔'' سیٹھ سہراب نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''پھر بھی اسے بلانا ضروری ہے، وہ کسی دوسرے ملک میں تو رہتا نہیں، لہٰذا صبح تک یہاں پہنچ جائے گا۔''

''اچھی بات ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے ایک کاغذ پر فون نمبر لکھ کر انھیں دیا۔یہ نمبر انھوں نے اکرام کو بھجوا دیا۔

''میرا خیال ہے، آپ ایک بار پھر تمام چیزوں کا جائزہ لے لیں، ہوسکتا ہے، کوئی ایسی چیز اڑائی گئی ہو جس کے بارے میں آپ نے سوچا بھی نہ ہو۔'' انسپکٹر جمشید نے سیٹھ سہراب سے کہا۔

''میں ضرور دیکھوں گا۔'' یہ کہہ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا، اس کے جانے کے بعد انسپکٹر جمشید منشی کی طرف مڑے:

''میں سیٹھ سہراب کی تمام کاروباری فائلیں دیکھنا چاہتا ہوں، پہلے منشی کے زمانے کی۔''

''جی بہت بہتر! کیا میں فائلیں یہیں لاؤں یا آپ میرے کمرے میں ہی چل کر دیکھیں گے۔''

''آپ فائلیں نکال کر مجھے اطلاع کر دیں، میں جا کر ان کا جائزہ لے لوں گا۔''

''بہت بہتر!'' منشی علی وصی نے کہا اور چلا گیا۔ فوراً ہی اکرام اندر داخل ہوا۔ اس نے بتایا کہ انگلیوں کے نشانات لے لیے گئے ہیں، لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوادی گئی ہے اور وقار احمد کو فون کر دیا گیا ہے۔

''بہت خوب! اب ایک کام اور کرنا ہے۔ سیٹھ سہراب کی پرانی کاروباری فائلوں کا جائزہ لینا ہے، ان پر سے پرانے منشی کے انگلیوں کے نشانات لینے ہیں۔''

''پرانے منشی کی انگلیوں کے، لیکن کیوں، اس کی کیا ضرورت!'' اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

''آخر پرانا منشی یکا یک ملازمت چھوڑ کر کیوں چلا گیا، کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ فوت ہو گیا تھا، ہم اس کا نام اور پتا معلوم کریں گے اور یہ تصدیق کریں گے کہ کیا واقعی کچھ عرصہ پہلے اس کا باپ فوت ہو گیا تھا اور وہ اب باپ کا کاروبار سنبھالے ہوئے ہے۔ یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔ سیٹھ سہراب ابھی آتے ہی ہوں گے، ان سے اس کا نام اور پتا معلوم کر لیتے ہیں۔''

ان کے الفاظ ابھی ختم ہی ہوئے تھے کہ سیٹھ سہراب آ پہنچا، اس نے آتے ہی کہا:

''کوئی چیز گم نہیں ہوئی، سب چیزیں موجود ہیں۔''

''ہوں! آپ کے پرانے منشی کا نام کیا تھا؟'' انھوں نے سرسری لہجے میں پوچھا۔

''کیوں! آپ نے اس کا نام کیوں پوچھا۔''

''بس یونہی۔'' وہ بولے۔

''اس کا نام محمود خاور تھا۔'' اس نے بتایا۔

''اس کا پتا تو آپ کی فائلوں میں محفوظ ہو گا۔''

''جی ہاں! کیوں نہیں، اس کی ذاتی فائل ابھی تک موجود ہو گی، منشی علی وصی نکال دیں گے۔''

''بہت بہت شکریہ! اکرام تم منشی علی وصی کے کمرے میں چلے جاؤ، ان سے محمود خاور کا پتا لے لو۔''

''آخر محمود خاور سے آپ کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں، وہ تو آپ کو میں بھی بتا سکتا ہوں۔'' سیٹھ سہراب کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آئے۔

''تفتیش کا ایک اصول یہ ہے کہ کیس سے متعلق ہر آدمی کے بارے میں چھان بین کی جائے۔ اس گھر سے ایک دفن شدہ لاش برآمد ہوئی ہے، آپ کو اس کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں، آخر ہم کس طرح اس کے بارے میں معلوم کریں، وہ کون تھا، اسے کس نے مارا، کیوں مارا گیا، کیا آپ ان سوالات کے جوابات دے سکتے ہیں، نہیں۔ تو پھر ہم جس طرح بھی معلوم کر سکتے ہیں، کریں گے۔''

''ٹھیک ہے، ضرور معلوم کریں، آپ کا کام ہے، لیکن مجھے الجھن ہوتا بھی تو قدرتی بات ہے۔''

''کیا کیا جائے، مجبوری ہے، آپ کی الجھن تو کیس ختم ہونے پر ہی رفع ہو سکے گی۔'' انسپکٹر جمشید نے کندھے اچکائے۔

اچانک کسی کھڑکی کے شیشے سے کوئی کنکر زور سے ٹکرایا، فرزانہ زور سے چونکی، محمود اور فاروق نے اس کی آنکھیں خوف سے پھیلتی محسوس کیں، پھر وہ اچھلی اور بیرونی دروازے کی طرف دوڑی اور وہ سب کے سب حیرت زدہ رہ گئے۔

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 6

اندھیرا پھیلنے پر راحت نے خطرے کا احساس اور بھی زور شور سے محسوس کرنا شروع کر دیا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ فرزانہ کے خوف کا اظہار کرنے کے بعد ان دونوں کا دروازے پر آنا خطرے کی گھنٹی تھا، اس وقت دن کی روشنی تھی، وہ خاموشی سے چلے گئے تھے، لیکن اب جب کہ رات ہو چکی تھی، وہ تاریکی کا سہارا لے کر اندر داخل ہونے کی کوشش کر سکتے تھے۔

وہ اٹھی اور منڈیر کے ساتھ چلنے لگی، اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ نیچے دیکھ رہی تھی۔ اچانک اس نے گھر رگھر رکی آواز سنی۔ اس نے اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس کیے۔ آواز نیچے سے آ رہی تھی۔ جلدی سے دروازے کی طرف جھانکا، نیچے دو سائے نظر آئے، وہ کانپ اٹھی، اس نے سوچا، شور مچا دے، لیکن پھر خیال آیا کہ شور مچانے سے کہیں معاملہ بگڑ نہ جائے۔ گھبراہٹ کے عالم میں وہ نیچے اتری اور دروازے پر آئی، فوراً ہی اسے معلوم ہو گیا کہ وہ آواز دراصل برما گھومنے کی تھی، وہ لوگ برمے کے ذریعے دروازے میں سوراخ کر رہے تھے، تاکہ دو چار سوراخ کر کے مکا مار کر ہاتھ اندر ڈالنے کی جگہ بنا لیں، اس طرح وہ چٹخنی کھول کر اندر آ سکتے تھے۔ اب تو راحت کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ دوڑتی ہوئی اپنی امی کے کمرے میں آئی۔ وہ گہری نیند سو چکی تھیں۔ اسے معلوم تھا، حملہ آور اس کی والدہ کو کچھ نہیں کہیں گے، کیونکہ ان لوگوں کو سیٹھ سہراب کی کوٹھی میں داخل ہوتے صرف اس نے دیکھا تھا، چنانچہ وہ ماں کے کمرے کا دروازہ جوں کا توں چھوڑ کر دوبارہ چھت پر آئی۔ یہاں اس نے پہلے ہی کنکر جمع کر لیے تھے، دن کی روشنی میں چھت پر جھک کر اس نے کنکر ہی چنے تھے۔ دوسرے ہی لمحے اس نے کئی کنکر مٹھی میں بھر کر پوری طاقت سے سامنے کی کھڑکیوں کے شیشوں پر دے مارے۔ پھر واپس نیچے پہنچی۔ اسے ڈر تھا کہ کہیں فرزانہ کے آنے سے پہلے وہ لوگ دروازہ توڑ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب نہ ہو جائیں۔ اس صورت میں وہ چھت پر پھنس کر رہ جاتی۔

وہ دروازے کے قریب دم سادھ کر کھڑی ہو گئی اور پھر جونہی دروازے میں چوتھا سوراخ ہوا، ایک مکا زور سے لگا، لکڑی کا ٹکڑا ٹوٹ کر اندر آ گرا۔ پھر ایک ہاتھ اندر آیا اور چٹخنی کی طرف بڑھا، راحت کا دم لبوں پر آ گیا، اب وہ یہاں نہیں ٹھہر سکتی تھی، اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ، اپنے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی۔ ادھر وہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی، اُدھر اس نے دروازہ کھلنے کی آواز سنی۔ اب کوئی دم میں حملہ آور اس کے کمرے میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ بلا کی پھرتی سے اس نے کھڑکی کی چٹخنی گرائی، پٹ کھولے اور پھر باہر سڑک کی طرف چھلانگ لگا دی۔ اس کے ساتھ ہی وہ بھاگ کھڑی ہوئی۔ ایسے میں اسے احساس تھا کہ وہ کس سڑک پر بھاگ رہی ہے۔ ایک جگہ رک کر اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ

سوچا اور پھر ایک گلی میں مڑ گئی۔ اس کا سینہ لوہار کی دھونکنی کی طرح پھول اور پچک رہا تھا۔ ابھی اس نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ اپنے پیچھے دوڑتے قدموں کی آواز سنی۔ اس کا دل اچھل کر حلق میں آ رہا۔ بھاگتے بھاگتے خوفزدہ انداز میں اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا، اس کے اوسان یہ دیکھ کر خطا ہو گئے کہ وہ دونوں اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ اس نے اپنی رفتار اور بڑھا دی اور جان توڑ کر بھاگی۔ اچانک اس کے سامنے ایک گلی آ گئی، وہ چونکی اور پھر اس میں داخل ہو گئی، دوسرے ہی لمحے وہ اس گلی کے ایک گھر کے دروازے پر دستک دے رہی تھی۔

O

فرزانہ بے تحاشا دوڑتی ہوئی راحت عزیز کے مکان کے دروازے پر پہنچی، لیکن یہ دیکھ کر دھک سے رہ گئی کہ دروازہ چوپٹ کھلا تھا، وہ بے دھڑک اندر داخل ہوئی اور پھر راحت کے کمرے کا رخ کیا، لیکن یہاں اسے کھڑکی کھلی نظر آئی، اس نے کھڑکی میں سے جھانک کر دیکھا، دور، بہت دور دو آدمی دوڑے جا رہے تھے، وہ سمجھ گئی کہ یہ لوگ ضرور راحت کے پیچھے دوڑ رہے ہیں، اس نے بھی کھڑکی میں سے چھلانگ لگا دی اور بھاگ نکلی۔ راحت کی جان بچانا بہت ضروری تھا، وہ اس خیال سے کانپ اٹھی کہ کہیں راحت ان دونوں کے ہتھے نہ چڑھ جائے۔

لمبی لمبی چھلانگیں لگاتی وہ ایک گلی میں داخل ہوئی۔ اس کے خیال کے مطابق دونوں حملہ آور اسی گلی میں داخل ہوئے تھے اور پھر وہ گلی کے موڑ پر ہی رک گئی، کیونکہ دونوں حملہ آور گلی میں کھڑے ادھر اُدھر دیکھ رہے تھے، البتہ راحت کا کہیں پتا نہیں تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس گلی کے مکانات میں سے کسی مکان میں گم ہو گئی ہے، اب وہ وہاں کھڑے رہنے کے سوا کر ہی کیا سکتی تھی۔ وہ دیوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی۔ اچانک اس نے ان دونوں کو ایک مکان کے دروازے کی طرف بڑھتے دیکھا، شاید انھوں نے اندازہ لگایا تھا کہ راحت اس مکان میں گئی ہے۔ اس نے انھیں دستک دیتے سنا، پھر دروازہ کھلا اور وہ ایک دم اندر داخل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر فرزانہ بوکھلا گئی۔ آناً فاناً ہی اس دروازے پر پہنچی، دروازہ اندر سے بند نہیں کیا گیا تھا، شاید انھوں نے ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی۔ وہ بے دھڑک اندر گھس گئی۔ یہ ایک چھوٹا سا مکان تھا، صحن میں ہی اسے وہ دونوں کھڑے نظر آئے۔ ایک مرد اور ایک عورت ان کے سامنے کھڑے تھر تھر کانپ رہے تھے، اس نے ایک بدمعاش کو کہتے سنا:

''بتاؤ لڑکی کہاں ہے؟''

''ہم کہہ چکے ہیں، یہاں کوئی لڑکی نہیں آئی۔'' مرد نے کانپتی آواز میں کہا۔

''ہم نے اسے اس گلی میں داخل ہوتے دیکھا تھا، لیکن جب ہم اس گلی میں داخل ہوئے تو وہ غائب ہو چکی تھی، اتنی دیر میں وہ گلی کو پار نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ بہت لمبی گلی ہے۔ تمہارے گھر کے دروازے پر ہمیں ایک چپل پڑی نظر آئی، صرف ایک پاؤں کی چپل، اور ہم اس لڑکی کے پیروں میں وہ چپل دیکھ چکے ہیں۔''

ان کے الفاظ نے فرزانہ کو چونکا دیا، اس نے تو دروازے پر کوئی چپل نہیں دیکھی تھی، تو کیا یہ اسے اٹھا لائے تھے یا جھوٹ بول رہے تھے۔

''تم تلاشی لے سکتے ہو، یہاں کوئی لڑکی نہیں ہے۔'' اس بار عورت نے کہا۔

''ٹھیک ہے! ہم تلاشی لے لیتے ہیں۔'' مرد نے کہا اور دونوں ادھر اُدھر دیکھنے لگے، پھر ان میں سے ایک وہیں کھڑا رہ گیا اور دوسرا اندر چلا گیا، چند سیکنڈ کے بعد وہ واپس آیا اور گھبرا کر بولا:

''ایک کھڑکی پچھلی گلی میں کھلتی ہے، شاید وہ اس کے ذریعے فرار ہوگئی ہے۔''

''اوہ! آؤ میرے ساتھ۔'' دوسرے نے کہا اور اندر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ فرزانہ نے حلق سے آواز نکالی:

''جتنہیں ایک لڑکی کی تلاش ہے، سو میں حاضر ہوں۔''

''دونوں بری طرح اچھلے اور تیزی سے مڑے۔ دوسرے ہی لمحے ان کی آنکھیں فرزانہ کو دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں۔''

''تم وہ لڑکی نہیں ہو، جاؤ بھاگ جاؤ۔'' ایک نے کہا۔

''اگر بھاگنا ہوتا تو یہاں تک آتی کیوں؟'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''چلو شنتو، جلدی کرو، کہیں وہ نکل نہ جائے۔''

''ٹھیک ہے مانٹو، آؤ۔''

دونوں ایک ساتھ اندرونی کمرے کی طرف بھاگے، لیکن فرزانہ نے تیزی سے ان کے راستے میں آکر اپنی ٹانگ آگے بڑھا دی، دونوں منہ کے بل فرش پر گرے۔

''ارے ارے! یہ تم دونوں کو کیا ہوا، دیکھ کر نہیں چلتے کیا؟، اللہ تعالیٰ نے آنکھیں تو دے رکھی ہیں بڑی بڑی۔'' فرزانہ نے بڑی بوڑھیوں کے لہجے میں کہا۔

دونوں جھلا کر اٹھے اور خونخوار انداز میں فرزانہ کی طرف جھپٹے، اب ان کے ذہنوں سے راحت کا خیال نکل گیا تھا۔ فرزانہ اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔ گھر میں موجود مرد اور عورت نے فرزانہ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔

''آخر میں نے کیا کیا ہے؟ تم کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟، جاؤ بابا پکڑ لو اس لڑکی کو، ابھی ابھی تو کھڑکی پھلانگ کر گئی ہے، اگر تم مجھ سے دنگا فساد کرتے رہے تو وہ نکل جائے گی اور تم ساری زندگی پچھتاتے رہ جاؤ گے۔'' فرزانہ شوخ انداز میں کہتی چلی گئی۔ وہ دونوں جیسے اس کے الفاظ سن کر چونک اٹھے۔

''شنتو یہ ٹھیک کہہ رہی ہے، اس سے بعد میں نمٹیں گے، پہلے اسے پکڑنا چاہیے۔'' مانٹو نے گھبرا کر کہا۔

''ہاں ٹھیک ہے آؤ۔'' مانٹو نے بھی بوکھلا کر کہا اور دونوں اندھا دھند اندر کی طرف بھاگے، فرزانہ نے یہ دیکھ کر ایک

لمبی چھلانگ لگائی اور ان کے سامنے پہنچ گئی۔ وہ سنبھل نہ سکے اور فرزانہ سے ٹکرا گئے۔ فرزانہ ہوشیار تھی، اس لیے کنی کترا کر خود کو گرنے سے بچالیا، لیکن وہ دونوں نہ بچ سکے۔ اس بار وہ اٹھے تو شتو کی ناک سے خون بہہ رہا تھا اور مانٹو کی پیشانی پر نیلے رنگ کا نشان ابھر آیا تھا:

''ہم تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔'' مانٹو غرایا۔

''ارے باپ رے! میں نے کیا کیا ہے؟ تم تو خود ہی مجھ سے ٹکرائے تھے۔'' فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

''اب ہمیں اس لڑکی کی بھی پروا نہیں، وہ جائے جہنم میں، لیکن ہم تم سے ضرور نبٹیں گے۔'' مانٹو نے تلملا کر کہا۔

''بھئی دیکھ لو، تم ایک عدد قتل کر چکے ہو اور اس رات تمہیں سیٹھ سہراب کے گھر کے اندر داخل ہوتے ہوئے صرف اس لڑکی نے دیکھا تھا، اب اگر تمہاری انگلیوں کے نشانات وہاں نہ ملیں اور لڑکی بھی تمہیں شناخت نہ کر سکے تو صاف بچ جاؤ گے، ورنہ پھانسی کا پھندا تمہارا مقدر بن جائے گا۔''

فرزانہ کی بات سن کر وہ ایک لمحے کے لیے چکرا کر رہ گئے، پھر جیسے انھیں عقل آ گئی، اس بار وہ اس طرح بھاگے جیسے موت ان کے تعاقب میں ہو اور مزے کی بات یہ کہ اس مرتبہ فرزانہ نے بھی ان کا راستہ روکنے کی کوشش نہ کی، وہ نکلتے چلے گئے، گھر کے دونوں افراد ابھی تک حیرت کا بت بنے کھڑے تھے:

''کیا آپ لوگ راحت کے رشتے دار ہیں؟۔''

''ہاں! وہ ہماری بھانجی ہے، مگر تم کون ہو؟ بیٹی اور ان دونوں بدمعاشوں کو اس خوب صورتی سے روکتے روکتے انھیں جانے کیوں دیا، اب وہ اسے پکڑ لیں گے۔''

''وہ اس تک نہیں پہنچ سکتے، وہ بہت تیز ہے، میں اندازہ لگا چکی ہوں، میں نے انھیں یہاں الجھا کر اسے کافی مہلت دے دی ہے، انھیں یہاں اور روکنا مشکل تھا، وہ دونوں مجھ سے زیادہ طاقت ور تھے، اگر قابو پا لیتے تو پھر میرے ساتھ آپ دونوں کی بھی خیر نہیں تھی۔'' وہ بتاتی چلی گئی۔

''اوہ!'' دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

''تاہم میں ان کے تعاقب میں ضرور جاؤں گی، دیکھوں تو سہی، وہ کہاں جاتے ہیں؟۔''

یہ کہتے ہی فرزانہ نے بھی کھڑکی کا رخ کیا، کھڑکی سے چھلانگ لگانے سے پہلے اس نے اِدھر اُدھر دیکھا، بائیں طرف، بہت دور، دو سائے دوڑتے نظر آئے، اس نے اس سمت میں دوڑ لگا دی۔

O

''شاید فرزانہ کا دماغ چل گیا ہے۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''اس کا دماغ چلا نہیں، دوڑ کر گیا ہے۔'' فاروق بولا۔

''کھڑکیوں سے کچھ کنکریاں ٹکرائی تھیں، یہاں آنے سے پہلے وہ راحت سے ملنے گئی تھی، کہیں یہ کنکر بھی اسی نے تو نہیں مارے تھے، اگر ایسی بات ہے تو وہ ضرور خطرے میں ہے، یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ یہاں داخل ہونے والے تین میں سے دو آدمیوں کو اس نے بغور دیکھا تھا اور وہ اس مقدمے کی ایک اہم ترین گواہ ہے۔''

''ارے باپ رے، کہیں وہ لوگ اسے راستے سے ہٹانے کی فکر میں نہ ہوں۔'' محمود خوفزدہ انداز میں چلایا۔

وہ دونوں بھی دوڑتے ہوئے باہر نکل گئے، لیکن جب تک وہ سڑک پار کر کے کھڑکی تک پہنچے، راحت، دونوں بدمعاش اور فرزانہ وہاں سے جا چکے تھے۔ وہ چکرا کر رہ گئے:

''اب ہم کیا کریں؟۔''

''میرا خیال ہے وہ اس طرف گئے ہیں۔'' فاروق نے کہا۔

''اور میرا خیال ہے، اس طرف گئے ہیں۔'' محمود بولا۔

''ہم دونوں کے خیالات آپس میں ٹکرا گئے ہیں، خیالات کا ٹکرانا کوئی اچھی بات نہیں ہوتی، کہیں یہ ٹکرا کر پاش پاش نہ ہو جائیں، لہٰذا ایک طرف تم چلو اور دوسری طرف میں۔''

''ترکیب تو تم نے اس وقت فرزانہ سے بڑھ کر بتائی ہے، لیکن ساتھ میں وقت بھی ضائع کیا ہے۔'' محمود جھلا کر بولا۔

''اور اب تم وقت ضائع کرنے کا کارنامہ انجام دے رہے ہو۔'' فاروق نے جل کر کہا، ساتھ ہی دوڑ لگا دی، محمود اس کے مخالف سمت میں دوڑنے لگا، وہ اس تیزی سے دوڑ رہے تھے جیسے کسی انعامی مقابلے میں حصہ لے رہے ہوں، ان کے دوڑتے قدموں کی آواز خوب گونج رہی تھی۔

دوڑتے دوڑتے فاروق ایک گلی کے سامنے سے گزرا، ادھر سے ایک لڑکی بے تحاشا دوڑتی آ رہی تھی، وہ ٹھٹک کر رک گیا کہ خدا جانے یہ راحت ہے یا فرزانہ، جلد ہی لڑکی نزدیک آ گئی، فاروق نے اسے فوراً پہچان لیا، یہ راحت تھی۔

''تم کہاں بھاگتی پھر رہی ہو؟۔'' اس نے پوچھا۔

''وہ دونوں میرے پیچھے لگے ہیں۔ مجھے جان سے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔'' اس نے کسی خوف زدہ ہرنی کی طرح کہا۔

''اوہ! آؤ میرے ساتھ۔''

فاروق نے اس کو ساتھ لیا اور ایک سمت میں دوڑنے لگا۔

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 7

دونوں بدمعاش گلی کے موڑ سے سڑک پر پہنچے تو لڑکی انھیں دور دور تک نظر نہ آئی۔

''ارے! وہ کہاں گئی؟'' مانٹو کے منہ سے نکلا۔ دونوں رک کر ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔

''کم بخت بہت پھرتیلی ہے، خدا جانے کہاں نکل گئی۔'' شنتو بولا:

''اب ہم کیا کریں؟ اگر اسے ختم نہ کیا گیا تو ہم مصیبت میں پھنس جائیں گے۔''

''ہاں یہ تو۔''

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے، اسی وقت... انھوں نے گلی میں سے کسی کو دوڑتے ہوئے سڑک کی طرف آتے محسوس کیا، وہ ایک دیوار سے لگ کر کھڑے ہو گئے۔ پھر جونہی لڑکی موڑ مڑی، شنتو نے اپنی ٹانگ آگے بڑھا دی، وہ دھڑام سے گری، لیکن گرتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی اور تیزی سے ان کی طرف مڑی، اسی وقت دونوں نے اسے دبوچ لیا:

''ارے! یہ تو وہی لڑکی ہے جس نے...'' مانٹو نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''تمھیں نگنی کا ناچ نچایا تھا۔'' فرزانہ نے جملہ مکمل کیا۔

''ہاں! اور اب ایسا ہی ناچ ہم تمھیں نچائیں گے۔''

''سنو! میں جانتی ہوں، لڑکی کہاں ہے، اگر میں تمھیں اس تک پہنچا دوں تو کیا تم مجھے چھوڑ دو گے۔'' فرزانہ نے کچھ سوچ کر کہا۔

''بالکل چھوڑ دیں گے۔'' شنتو جلدی سے بولا۔

''تو پھر آؤ میرے ساتھ، میں جانتی ہوں، راحت صرف اپنی سہیلی کے ہاں پناہ لے سکتی ہے۔''

''لیکن تم اس کی سہیلی کا گھر کس طرح جانتی ہو۔'' مانٹو نے بھنا کر پوچھا۔

''اس نے خود مجھے بتایا تھا۔''

''خیر چلو، اگر یہ جھوٹ ہوا تو ہم تم سے نبٹ لیں گے۔''

''میں جھوٹ نہیں بولا کرتی، جھوٹ بہت بری عادت ہے، ایک جھوٹ بول کر آدمی کو سو جھوٹ اور بولنے پڑتے ہیں۔'' یہ کہہ کر اس نے ایک طرف اشارہ کیا، دونوں بدمعاش اسے دونوں طرف سے پکڑ کر چلنے لگے۔ ساتھ ہی شنتو نے کہا۔

''خبردار! کسی گزرنے والے کو اپنی مدد کے لیے نہ بلانا، ہماری پتلونوں کی جیبوں میں پستول موجود ہیں۔''

''ارے باپ رے۔'' فرزانہ نے بوکھلا کر کہا، اس کا ذہن تیزی سے کام کر رہا تھا، وہ انھیں اپنے گھر کی طرف لے جا رہی تھی، اس نے سوچا تھا، انھیں اپنے گھر میں بند کر کے رکھنا زیادہ مناسب ہوگا، ظاہر ہے اس کیس میں ان کی بہت سخت ضرورت تھی۔ ضرورت پڑنے پر انکل اکرام کے ذریعے ان دونوں کو سیٹھ سہراب کے گھر لایا جا سکتا تھا۔

ان کے گھر کا فاصلہ یہاں سے زیادہ نہیں تھا۔ چند منٹ بعد ہی وہ گھر کے دروازے کے سامنے پہنچ چکے تھے۔

''اس لڑکی نے اس گھر میں پناہ لی ہے، میں دروازہ کھلواتی ہوں، پھر تم اندر داخل ہو جانا، لیکن تم وعدہ کر چکے ہو کہ مجھے چھوڑ دو گے۔''

''ہاں! ہمیں اپنا وعدہ یاد ہے، بشرطیکہ لڑکی اندر موجود ہوئی۔''

''ٹھیک ہے!'' یہ کہہ کر فرزانہ نے اپنے خاص انداز سے دروازے کی گھنٹی بجائی، فوراً ہی دروازہ کھل گیا، فرزانہ کو بڑی حیرت ہوئی، کیونکہ دروازہ کھولنے والا فاروق تھا۔ اسی وقت دونوں کو ایک دھکا لگا اور وہ لڑکھڑاتے ہوئے اندر کی طرف بڑھ گئے۔ جتنی دیر میں وہ سنبھلتے، شنتو اور مانٹو اندر داخل ہو چکے تھے۔

''تم یہاں کس طرح پہنچ گئے۔'' فرزانہ نے بوکھلا کر کہا۔

''جس طرح تم یہاں پہنچ گئیں، یعنی دوڑتے ہوئے۔'' فاروق نے جھنجھلا کر کہا۔

''حیرت ہے!''

''بھئی بہت اچھے، یہ لڑکی تو واقعی بہت سچی ہے، وہ یہاں موجود ہے۔''

فرزانہ نے بوکھلا کر صحن کی طرف دیکھا، راحت بیگم جمشید کے ساتھ خوف زدہ سی کھڑی تھی، اس کی آنکھیں شنتو اور مانٹو سے اس طرح چپک کر رہ گئی تھیں جیسے مقناطیس لوہے سے۔

''اُف اللہ! یہ کیا ہوا۔'' فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

''آخر ان دونوں کو یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔'' فاروق چیخا۔

''میں نے سوچا تھا کہ انھیں یہاں بند کر کے واپس سیٹھ سہراب کے ہاں چلیں گے، تاکہ ان کی طرف سے کوئی فکر نہ رہے، اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تم راحت کو بھی یہاں لے آؤ گے۔''

''میں نے بھی یہی سوچا تھا کہ راحت ہمارے ہاں محفوظ رہے گی، لہٰذا اسے یہاں لے آیا۔'' فاروق نے مسمسی صورت بنائی۔

''اور میں نے یہ سوچا تھا کہ تم دونوں سے اس قسم کی بے وقوفی ضرور سرزد ہوگی۔'' انھوں نے محمود کی آواز سنی اور چونک کر مڑے، وہ دروازے میں کھڑا مسکرا رہا تھا، اندر آتے وقت مانٹو اور شنتو نے دروازہ بند نہیں کیا تھا، فاروق اور فرزانہ تو ان کا دھکا کھانے کے بعد دروازے سے آگے بڑھ آئے تھے۔

''لیکن تم یہاں کس طرح پہنچ گئے، تم تو مخالف سمت میں گئے تھے۔'' فاروق نے حیران ہو کر پوچھا۔

''کافی دور تک جانے کے بعد بھی جب کوئی گڑبڑ نظر نہ آئی تو میں واپس پلٹا تھا، اور میں نے فرزانہ کو ان کے ساتھ چلتے دیکھا، انھوں نے فرزانہ کو دونوں طرف سے پکڑ رکھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ دونوں نے اسے قابو کر رکھا ہے۔''

''میں اپنی مرضی سے ان کے قابو میں آئی تھی، کیوں کہ میں انھیں یہاں تک لانا چاہتی تھی۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

ان کی باتیں مانٹو اور شنتو کو حیران کر دینے کے لیے کافی تھیں، اچانک مانٹو کے منہ سے نکلا:

''شنتو! یہ کہیں انسپکٹر جمشید کے بچے محمود، فاروق اور فرزانہ تو نہیں ہیں۔''

''بہت دیر میں پہچانا دوستو! اب یہ گھر تمہارے لیے پنجرہ بن کر رہ جائے گا۔'' فاروق نے چہکتی آواز میں کہا۔

''لیکن پھر بھی وقت پر پہچانا۔'' مانٹو نے کہا اور جیب سے پستول نکال لیا۔ اس کے ساتھ ہی شنتو کی جیب سے بھی پستول نکل آیا۔ ان کی آنکھوں میں خوفناک چمک لہرائی، شنتو غرایا:

''ان سب کی موت ہماری زندگی ہے۔''

ان کی انگلیوں کا دباؤ ٹریگروں پر بڑھنے لگا۔ کمرے میں موت کی خاموشی طاری ہوگئی۔

O

''یہ آپ کے بچوں کو یکایک کیا ہوا؟'' محمود اور فاروق کے جانے کے بعد سیٹھ سہراب نے پریشان ہو کر کہا۔

''انھیں کچھ نہ کچھ ہوا ضرور ہے، واپس آلیں تو کچھ پتا چلے۔ ویسے آپ کے خیال میں لاش کس کی ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''میں کیا کہہ سکتا ہوں، جس رات کا یہ واقعہ بتایا جاتا ہے، اس رات ایک لمحے کے لیے بھی میری آنکھ نہیں کھلی، ہوسکتا ہے، ان لوگوں نے مجھے کچھ سنگھا دیا ہو۔''

''لیکن ان لوگوں نے اس کام کے لیے آپ ہی کی کوٹھی کیوں چنی؟''

''میں خود حیران ہوں، ہوسکتا ہے، کوئی مجھے قتل کے کیس میں پھنسانا چاہتا ہو۔'' سیٹھ سہراب بولا۔

''اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ کام آپ کے بھتیجے وقار احمد کا نہ ہو تو آپ کہتے ہیں، یہ نہیں ہوسکتا، تو پھر ان کے علاوہ اور کون آپ کو کسی قتل کے کیس میں الجھانا چاہے گا۔ آپ خود بتائیں۔''

''میری تو عقل جواب دے چکی ہے، میں کیا بتاؤں۔''

''خیر! ہم پر چھوڑ دیں، ہم معلوم کرلیں گے۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھ کھڑے ہوئے، انھوں نے محمود، فاروق اور فرزانہ کے بارے میں ایک دو پل کے لیے سوچا اور پھر ان کی طرف سے بے فکر ہوگئے۔ وہ تیز تیز چلتے منشی علی وصی کے

کمرے میں داخل ہوئے، یہاں اکرام اور منشی صاحب موجود تھے۔

''کیا رہا؟''

''محمود خاور کا پتا موجود ہے، مختلف فائلوں میں انگلیوں کے نشانات صاف موجود ہیں۔'' اکرام نے بتایا۔

''محمود خاور کے ابتدائی زمانے کی فائلوں پر سے اس کی انگلیوں کے نشانات اٹھاتے ہیں اور اس کے پتے پر محمد حسین آزاد کو بھیج دو، تاکہ وہ اس سے جا کر ملے اور معلومات حاصل کرے، اسے اچھی طرح سمجھا دینا۔''

''جی بہت بہتر!''

''منشی صاحب! کہیں ایسا تو نہیں کہ کوئی چالاک آدمی سیٹھ سہراب کو بلیک میل کر رہا ہو۔''

''میں اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہوں، ظاہر ہے، ابھی چند ماہ ہوئے ہیں مجھے آئے ہوئے۔''

''ان چھ دنوں کے دوران سیٹھ صاحب نے بنک سے کوئی بڑی رقم تو نہیں نکلوائی۔''

''جی ہاں! دو تین بار نکلوا چکے ہیں۔'' منشی علی وصی نے بتایا۔

''اوہ!'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا:

''مجھے ریکارڈ دکھایئے۔''

منشی علی وصی نے چیک بک اور کونے میں سے بنک کا حساب کتاب والا صفحہ کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا۔ پانچ روز پہلے دس لاکھ روپے کا اور دو روز پہلے پھر آٹھ لاکھ روپے کا ایک چیک کیش کرایا گیا تھا۔

''اس کا مطلب ہے، سیٹھ سہراب کو واقعی کوئی بلیک میل کر رہا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''نظر تو یہی آتا ہے، ورنہ وہ تین چار روز کے اندر اٹھارہ لاکھ روپے کیوں نکلواتے، ہوسکتا ہے، انھیں اس لاش کے بل پر ہی بلیک میل کیا جا رہا ہو۔'' اکرام بولا۔

''بہر حال اب تک چکر سمجھ میں نہیں آ سکا، خیر تم انگلیوں کے نشانات لے لو، گھر کے باقی تمام لوگوں کی انگلیوں کے نشانات بھی لینے ہیں، تاکہ ہم انھیں... آپس میں ملا کر کسی نتیجے پر پہنچ سکیں، کیس خاصا الجھا ہوا ہے۔''

یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید وہاں سے نکلے اور ڈرائنگ روم میں آئے، یہاں سیٹھ سہراب نہیں تھا، جمیل خان نے بتایا، اپنے کمرے میں ہیں، انسپکٹر جمشید ادھر مڑ گئے۔ وہ کمرے کے دروازے پر پہنچے تو سیٹھ سہراب دوسری طرف منہ کیے کھڑے تھے، قدموں کی آہٹ سن کر مڑے، انسپکٹر جمشید نے دیکھا، ان کے ہاتھ میں ایک کاغذ کا پرزہ تھا، اس پر کچھ لکھا تھا اور وہ شاید اسے پڑھنے میں مصروف تھے کہ انھوں نے ان کے قدموں کی آواز سن لی۔

اچانک انسپکٹر جمشید کو کچھ یاد آیا، انھوں نے ایک حیرت بھری نظر سیٹھ سہراب پر ڈالی، اور پھر ایک نظر کمرے پر ڈالی، پلنگ کے ساتھ ایک میز بچھی تھی، اس پر ان کی عینک رکھی تھی۔

”سیٹھ صاحب! میں آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں۔“

”کہیں کوئی شخص آپ کو بلیک میل تو نہیں کر رہا، میرا مطلب ہے، کسی دباؤ کے ذریعے بڑی بڑی رقمیں تو وصول نہیں کر رہا۔“

”نہیں تو، آپ نے یہ اندازہ کس طرح لگایا۔“

”اس طرح کہ آپ نے چار دن کے اندر اٹھارہ لاکھ روپے بنک سے نکلوائے ہیں۔“

”مجھے مل کے لیے ضرورت تھی۔“ وہ بولے۔

”اگر کوئی آپ کو بلیک میل کر رہا ہے، تو مجھے بتا دیں، اس میں آپ کا بھی فائدہ ہے۔“

”آپ کا اندازہ غلط ہے۔“

”ہوں! یہ آپ کیا پڑھ رہے ہیں؟“

”ایک دوست کا خط۔“ سیٹھ سہراب نے کہا۔

اسی وقت بیرونی دروازے کی گھنٹی بجی، دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر باہر نکل کر ایک ساتھ دروازے کی طرف بڑھے، حالانکہ وہ جانتے تھے، گھر میں ملازم موجود ہیں، دروازہ کھول دیں گے، لیکن شاید دونوں جلد از جلد یہ جان لینا چاہتے تھے کہ آنے والا کون ہے۔

انھوں نے دیکھا، رحمت بابا نے دروازہ کھول دیا تھا اور ایک نوجوان اندر داخل ہو رہا تھا۔

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 8

''میں تم لوگوں کو ایک بہتر ترکیب نہ بتادوں۔'' اچانک فاروق کے منہ سے نکلا۔ ٹریگروں پر دباؤ کم ہوگیا۔

''کیا مطلب، تم کیا کہنا چاہتے ہو۔'' شنتو نے اسے گھورا۔

''دیکھونا بھئی، پستول چلنے کی آواز پیدا ہوگی اور اس طرح تمہارا فرار ہونا مشکل ہو جائے گا، کیوں نہ تم اس سے بہتر طریقہ اختیار کرو۔'' فاروق کا لہجہ پراسرار تھا۔

''تم عجیب لڑکے ہو، اپنی موت کی خود ہی ترکیب بتارہے ہو۔'' مانٹو نے اسے بری طرح گھورا۔

''ہاں! ہوتے ہیں کچھ ایسے سر پھرے بھی، تم موت کی کیا بات کرتے ہو، ہم تو ہمیشہ ہی جان ہتھیلی پر رکھے پھرتے ہیں۔ ویسے تو بعض لوگ ہتھیلی پر سرسوں جمائے پھرتے ہیں، لیکن یہ کوئی بہادری کی بات نہیں، اب اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں وہ شاہانہ ترکیب بتادوں۔''

''جلدی کہو، کیا کہنا چاہتے ہو۔'' شنتو بولا۔

''تم لوگ ہمیں اپنے راستے سے ہٹانا چاہتے ہو نا؟''

''ہاں ہم یہی چاہتے ہیں، تاکہ یہ لڑکی اور تم ہمارے خلاف گواہی نہ دے سکو۔''

''تو پھر یہ لو، ہم تمہارے راستے سے ہٹ جاتے ہیں۔'' فاروق نے کہا اور گویا ہوا میں اڑتا ہوا ایک طرف ہوگیا، اس نے اسی پر بس نہیں کی، چکر لگا کر مانٹو کی کمر کے عین پیچھے آگیا اور یہ اتنے کم وقت میں ہوگیا کہ مانٹو اور شنتو سنبھل نہ سکے، بوکھلا کر مڑے، لیکن محمود اور فرزانہ اس وقت تک حرکت میں آچکے تھے۔ انھوں نے اپنے سروں کی زوردار ٹکریں ان کی کمروں پر رسید کیں، وہ ایک ساتھ اندھوں کی طرح آگے لڑکھڑائے، فاروق بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا۔

''دیکھ کر گرنا بھائی، مجھے اپنی لپیٹ میں مت لینا، میں تو پہلے ہی تمہارے راستے سے ہٹ گیا ہوں۔'' فاروق نے مذاق اڑانے والے لہجے میں کہا، محمود اور بیگم جمشید کو ہنسی آگئی۔

مانٹو اور شنتو کا پارہ چڑھ گیا، وہ جھلا کر پلٹے اور فائر جھونک مارے، محمود اور فرزانہ ایک دم فرش پر گرے، محمود کے منہ سے دل دوز چیخ نکلی۔

''بیٹا!'' بیگم جمشید چلائیں، فاروق اور فرزانہ بھی دم بخود رہ گئے۔

محمود تڑپتا ہوا مانٹو تک لڑھک گیا اور پھر اچانک اس کی دونوں ٹانگیں اس کے پیٹ میں اس زور سے لگیں کہ وہ بلبلا اٹھا۔ اسے حرکت میں آتے دیکھ کر فاروق نے شنتو کو ایک زوردار دھکا دیا اور وہ جھونک میں دیوار سے جا ٹکرایا اور اس سے

پہلے کہ وہ سنبھلتے محمود اور فرزانہ ان کے ہاتھوں سے پستول چھین چکے تھے۔

''یہ ہے وہ شاہانہ تدبیر۔'' فاروق نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ پھر بیگم جمشید کی طرف مڑا۔

''امی جان! ایسے موقعوں کے لیے آپ کے پاس رسی تو ہوا کرتی ہے۔''

''ہاں بیٹا! بہت مضبوط، لیکن یہ لوگ ہیں کون اور اس بچی کی جان کے کیوں دشمن بنے ہوئے ہیں۔''

''یہ کہانی تو ہم فرصت میں سنائیں گے، پہلے تو انھیں باندھیں گے اور پھر ہم سیٹھ سہراب کے ہاں جائیں گے، ان دونوں کا تعلق سیٹھ کے گھر تک چلا گیا ہے۔'' محمود نے کہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ انھیں جکڑ کر ایک کمرے میں بند کر چکے تھے۔ انھوں نے راحت کو اپنی امی کے حوالے کیا اور خود باہر نکل کر ایک رکشے میں بیٹھ گئے۔ سیٹھ سہراب کا گھر زیادہ دور نہیں تھا، وہ چند منٹ میں ہی وہاں پہنچ گئے۔ اندر داخل ہوتے ہی ان کی نظر ایک نوجوان پر پڑی۔ وہ صحن میں کھڑا ان کے والد سے باتیں کر رہا تھا اور پاس ہی سیٹھ سہراب کھڑے تھے۔ جونہی انسپکٹر جمشید کی نظر ان پر پڑی۔ وہ بولے:

''آؤ بھئی! تم کہاں چلے گئے تھے، ان سے ملو، یہ وقار احمد ہیں، سیٹھ صاحب کے بھتیجے، ابھی ابھی ہوائی جہاز کے ذریعے آئے ہیں۔''

O

انسپکٹر جمشید نے سیٹھ سہراب سے اجازت لی اور وقار احمد کو ایک الگ کمرے میں لے آئے، کیونکہ وہ اس سے علیحدگی میں بات چیت کرنا چاہتے تھے۔

''کیا آپ اپنے چچا سے ملنے کے لیے اکثر آتے رہتے تھے۔''

''جی نہیں! بہت کم اتفاق ہوتا ہے۔''

''اب میں آپ کو پوری تفصیل سے ساری بات بتاتا ہوں، اس کے بعد چند سوال کروں گا۔''

''ضرور!'' وقار احمد نے کہا اور انسپکٹر جمشید نے پوری تفصیل دہرا دی کہ کس طرح راحت کے ذریعے سے انھیں اس واقعے کا پتا چلا اور پھر کیا کچھ ہوا۔ آخر انھوں نے سوال کیا:

''کیا آپ کے چچا کی نظر بہت کمزور ہے۔''

''جی ہاں! اتنی کمزور کہ عینک کے بغیر پڑھ ہی نہیں سکتے۔'' اس نے بتایا۔

''وہ کسی بیماری کا شکار تو نہیں رہتے، عام طور پر۔''

''جی نہیں تو، ایسی تو کوئی بات نہیں، کبھی کبھار خطوط میں دانت درد کی شکایت ضرور کرتے ہیں۔''

''دانت درد!'' انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

''جی ہاں!'' اس نے کہا۔

''آپ کے خیال میں، آپ کے چچا کو کوئی شخص بلیک میل تو نہیں کر سکتا۔''

''میرا خیال ہے، چچا جان ایسے آدمی نہیں ہیں۔ ان کا کاروبار بالکل صاف ہے، وہ ایمان دار آدمی ہیں، پھر کوئی انھیں بلیک میل کس طرح کر سکتا ہے۔''

''پھر آخر وہ لاش کس کی ہے، اسے کس نے قتل کیا، اب تک تو ہم یہ بھی معلوم نہیں کر سکے۔'' انسپکٹر جمشید نے جھلا کر کہا۔

''جی! میں کیا کہہ سکتا ہوں۔'' اس نے بوکھلا کر کہا۔

''کہیں ایسا تو نہیں کہ آپ نے ہی اپنے چچا کو پھنسانے کے لیے یہاں کسی شخص کو قتل کروا دیا ہو۔''

''ارے باپ رے! میں اور قتل... توبہ توبہ۔'' اس نے کانپ کر کہا اور وہ چاروں اسے بغور دیکھنے لگے کہ کہیں اس نے جھوٹ نہ بولا ہو، لیکن وہ کچھ اندازہ نہ لگا سکے، وقار احمد کے چہرے سے تو معصومیت ٹپک رہی تھی۔

''ہم آپ کی انگلیوں کے نشانات لینا چاہتے ہیں، آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔''

''بھلا مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔''

''محمود! اکرام کو بلا لاؤ، وہ شاید منشی علی وصی کے کمرے میں ہوں گے۔''

''جی اچھا!'' محمود نے کہا اور اٹھ کر چلا گیا۔

''کاش ہمیں معلوم ہو چکا ہوتا کہ لاش کس کی ہے، قاتلوں نے اس کا چہرہ بالکل بگاڑ دیا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیا آپ مجھ پر شک کر رہے ہیں۔'' وقار احمد نے فکر مند ہو کر کہا۔

''میں اس گھر کے ہر فرد پر شک کر رہا ہوں، آپ پر اس لیے کہ اگر سیٹھ سہراب کو سزا ہو جائے تو ان کی اسٹیل ملز کے مالک آپ بن جائیں گے، یہ ایک بہت بڑی وجہ ہے۔''

''اُف خدا! آپ تو مجھے قاتل بنائے دے رہے ہیں۔''

''ایسی کوئی بات نہیں۔''

اسی وقت اکرام اندر داخل ہوا اور اس نے وقار احمد کی انگلیوں کے نشانات لے لیے۔

''فی الحال آپ آرام کریں، سفر کر کے آئے ہیں، ضرورت پڑی تو پھر تکلیف دی جائے گی۔''

اس کے جانے کے بعد انسپکٹر جمشید کسی گہری سوچ میں ڈوب گئے۔ اچانک انھوں نے سر اوپر اٹھایا:

''اکرام جلدی کرو، فوراً مردہ خانے میں جاؤ، وہاں لاش موجود ہو گی، تمھیں اس کا جائزہ لینا ہے اور اگر میرا خیال درست نکلا تو سارا کیس حل سمجھو۔''

''مجھے کیا دیکھنا ہے۔''

''یہ دانت اس کے منہ میں فٹ کر کے دیکھنا ہے۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید نے جیب میں سے وہ مصنوعی دانت نکالا اور اکرام کو دیتے ہوئے بولے:

''دیکھنا یہ ہے کہ کہیں یہ دانت اس لاش کے منہ میں تو نہیں لگا ہوا تھا، جلدی کرو اکرام۔'' انسپکٹر جمشید نے پرجوش لہجے میں کہا۔ اکرام فوراً روانہ ہو گیا۔

''فاروق تم منشی علی وصی کو بلا کر لاؤ، جلدی کرو۔'' انھوں نے پھر کہا اور فاروق بھی دوڑا گیا۔

''انھیں حیرت تھی کہ یکا یک ان کے والد کو ہو کیا گیا ہے، انھیں کیا بات سوجھ گئی ہے جب کہ ابھی تک انھیں تو کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ جلد ہی منشی علی وصی آ گیا۔

''منشی صاحب! اخراجات کے کھاتے میں دیکھ کر یہ بتائیے، یہاں کام کرنے والوں کا علاج کون سے ڈاکٹر کیا کرتے ہیں اور وہ تمام بل بھی نکال کر لے آئیے جو پچھلے دو سال کے اندر ڈاکٹر کو ادا کیے گئے ہیں۔''

''جی بہت اچھا!'' اس نے کہا اور چلا گیا۔

''ابا جان! کچھ ہمیں بھی بتائیے، آخر معاملہ کیا ہے؟'' فرزانہ نے بے چین ہو کر کہا۔

''حالات تمہارے سامنے ہیں، خود عقل دوڑاؤ۔''

''ابا جان! اگر ہم نے اپنی عقلیں دوڑا دیں تو ہمارے پاس کیا رہ جائے گا۔'' فاروق نے معصومانہ انداز میں کہا۔

''بھوسہ! کیونکہ تمہارے دماغ میں یہی بھرا ہوا ہے۔''

''خیر! آج اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ بھوسہ کس کے دماغ میں بھرا پڑا ہے۔'' فاروق نے کہا اور گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ شروع سے آخر تک تمام کیس کی کڑیاں ملانے لگا۔ محمود اور فرزانہ بھی اس میں لگ گئے اور کمرے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ یوں لگا جیسے وہاں کوئی موجود ہی نہ ہو۔ نہ جانے کتنی دیر اس طرح گزر گئی، پھر منشی علی وصی اندر داخل ہوا۔ اس نے کہا:

''ڈاکٹر امتیاز احمد سیٹھ سہراب اور ان کے تمام ملازموں کا علاج کرتے ہیں، بلوں کا ریکارڈ یہ رہا۔''

''اس کے علاوہ کوئی اور ڈاکٹر؟'' انسپکٹر جمشید نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

''ایک ڈاکٹر اسلم بھی ہیں، وہ دانتوں کے ڈاکٹر ہیں، لیکن اسے صرف دو تین ہی بل ادا کیے گئے ہیں۔'' اس نے کہا۔

''کیا آپ وہ بل بھی لے کر آئے ہیں۔''

''جی! جی نہیں۔''

''تو پھر مہربانی فرما کر وہ بل بھی لے آئیے، ذرا جلدی کریں۔''

اس کے جانے کے بعد وہ بلوں کو دیکھنے لگے، لیکن یہ بل ان کے کسی کام کے ثابت نہیں ہوئے، نہ جانے انسپکٹر جمشید کیا دیکھنا چاہتے تھے۔

آخر منشی علی وصی پھر اندر آیا اور چار بل ان کے سامنے رکھ دیے۔ یہ دانتوں کے ڈاکٹر کے بل تھے اور پھر ان میں سے ایک بل پر نظر پڑتے ہی انسپکٹر جمشید اس طرح اچھلے جیسے انھیں بجلی کا جھٹکا لگا ہو۔ انھوں نے یہ بل ان تینوں کے سامنے رکھ دیا۔

محمود، فاروق اور فرزانہ کا بھی وہی حال ہوا۔ یہ بل ایک دانت لگانے کا تھا۔ بل میں اس آدمی کا نام بھی موجود تھا جس نے دانت لگوایا تھا۔

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 9

اکرام اندر داخل ہوا تو وہ چاروں حیرت زدہ بیٹھے تھے۔ اس نے آتے ہی کہا:

''لاش کے منہ میں ایک دانت نہیں ہے، یہ مصنوعی ہے، اس کی جگہ پر بالکل فٹ بیٹھتا ہے۔''

مجھے یہی امید تھی۔ اب اس مصنوعی دانت کو اسی وقت ڈاکٹر اسلم لے پاس لے جائیں اور اس سے معلوم کریں، دانت کس مریض کے لیے بنایا تھا، یا پھر ایسا کرو، ڈاکٹر اسلم کو یہیں بلالو، شاید ان کی یہاں ضرورت پڑ جائے۔

''لیکن جناب! اس وقت تو کافی رات بیت چکی ہے۔'' اکرام نے پریشان ہو کر کہا۔

''فون پر انھیں بتا دینا کہ معاملہ ایک قتل کا ہے اور ان کا آنا بہت ضروری ہے، وہ آجائیں گے۔'' اور ہاں محمود خاور کے بارے میں کیا رہا، محمد حسین آزاد کو اس کی طرف بھیجا یا نہیں۔''

''جی ہاں! اس کے پتے پر بھیج چکا ہوں، وہ بھی آتا ہی ہوگا۔'' اکرام نے کہا اور ڈاکٹر اسلم کے نمبر ڈائریکٹری میں دیکھنے لگا۔ محمود، فاروق اور فرزانہ گم صم بیٹھے تھے۔

''مصنوعی دانت نے سارا کیس چٹکی بجاتے میں حل کر دیا، لیکن اس کی ابھی کچھ باتیں حل طلب ہیں۔'' فاروق بولا۔

''پہلی تو یہ کہ وہ چیک کس طرح کیش ہو گئے۔ دوسرے یہ کہ وقار احمد اور دوسرے لوگوں کو اس تبدیلی کا احساس کیوں نہیں ہوا۔''

''اس کے علاوہ بھی ایک دو باتیں ہیں، لیکن وہ بھی بہت جلد حل ہو جائیں گی۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

اتنی دیر میں اکرام نمبر تلاش کر کے فون کر چکا تھا، انھوں نے اس سے پوچھا:

''انگلیوں کے نشانات کا کیا رہا؟''

''رزلٹ مل گیا ہے، رپورٹ یہ رہی، اس میں گھر میں موجود تمام لوگوں کی انگلیوں کے نشانات ہیں، ماہر نے سب کچھ تفصیل سے لکھ دیا ہے۔'' اس نے بتایا۔

انسپکٹر جمشید نے رپورٹ پہلے تو خود پڑھی اور پھر محمود فاروق اور فرزانہ کی طرف بڑھا دی۔ یہ رپورٹ بھی حیرت انگیز تھی اور اب انھیں حوالدار محمد حسین آزاد کا انتظار تھا، آخر وہ بھی آ پہنچا، اس نے جو کچھ بتایا، اس سے سارا معاملہ بالکل صاف ہو گیا، رہی سہی کسر ڈاکٹر اسلم کے آنے پر پوری ہونے والی تھی۔ وہ ٹھیک آدھ گھنٹے بعد پہنچے، آنکھوں میں اگرچہ نیند بھری تھی، لیکن وہ بہت خوش اخلاقی سے ملے۔

''اس مصنوعی دانت کو دیکھیے، کیا یہ آپ کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے؟'' انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

''بالکل میرے ہاتھ کا ہے، اس میں کوئی شک نہیں۔'' ڈاکٹر اسلم نے حیران ہو کر کہا، پھر پوچھا:

''آپ کو یہ کہاں سے ملا؟۔''

''اس کی پوری تفصیل آپ اخبارات میں پڑھ سکیں گے، اس وقت تو آپ میرے چند سوالات کے جوابات دے دیں، اور اس بل کو بھی دیکھ لیں، کیا یہ بل آپ نے اسی دانت کا وصول کیا تھا۔''

ڈاکٹر نے بل کو دیکھا اور پھر فوراً کہا:

''جی ہاں! یہ بل اسی دانت کا وصول کیا تھا۔''

''بہت خوب! رات زیادہ ہو گئی ہے، کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ آپ یہیں آرام کر لیں اور صبح ناشتا کر کے چلے جائیں۔'' انسپکٹر جمشید نے درخواست کرنے والے انداز میں کہا۔

''اگر آپ اسے ضروری سمجھتے ہیں تو میں ٹھہر جاتا ہوں۔'' ڈاکٹر اسلم ان کا مطلب سمجھ کر بولے۔

''بہت بہت شکریہ!'' یہ کہہ کر انھوں نے رحمت بابا کو آواز دی اور ڈاکٹر صاحب کے لیے ایک کمرہ ٹھیک کرنے کی ہدایت دی، پھر اکرام کی طرف مڑ کر بولے:

''میں اس وقت سب لوگوں کو جگانا پسند نہیں کرتا، صبح راز سے پردہ اٹھانے کے بعد مجرم کو گرفتار کر لیں گے، لیکن رات بھر کوٹھی کی نگرانی بہت ضروری ہے، کہیں قاتل یہ محسوس نہ کر لے کہ ہم اسے پہچان چکے ہیں اور گرفتار کرنے والے ہیں۔''

''بہت اچھا! میں اس کا انتظام ابھی کیے دیتا ہوں۔'' اس نے کہا اور اٹھ کھڑا ہوا۔

اس رات سونے سے پہلے انھیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ قاتل کون ہے؟ محمود، فاروق اور فرزانہ اس دوران شتو مانٹو اور راحت عزیز کے بارے میں پوری تفصیل سے انھیں بتا چکے تھے اور وہ یہ جان کر بہت خوش ہوئے تھے کہ ان دونوں بدمعاشوں پر قابو پا لیا گیا ہے۔

اور اب انھیں انتظار تھا صبح کا۔ انھوں نے سونے کی کوشش شروع کر دی، لیکن جس مکان میں ایک قاتل موجود ہو، اس کی چھت کے نیچے بھلا نیند کہاں!۔

O

ناشتے کی میز پر سیٹھ سہراب ڈاکٹر اسلم کو دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، کیونکہ انھیں نہیں معلوم تھا کہ وہ رات کو آ گئے تھے۔ باقی سب لوگ بھی اس میز پر موجود تھے۔

''ڈاکٹر صاحب! آپ یہاں، خیر تو ہے؟''

''انھیں میں نے بلایا ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''کیس حل کرنے کے لیے ان کی بھی ضرورت تھی۔ ان سے کچھ معلوم کرنا تھا۔''

''کیا ابھی تک یہ بھی معلوم نہیں ہو سکا کہ لاش کس کی تھی!۔'' سیٹھ سہراب نے پوچھا۔

''معلوم ہو گیا ہے جناب! آپ کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ رات کو سونے سے پہلے ہم کیس مکمل طور پر حل کر چکے ہیں۔ سب باتیں معلوم کر چکے ہیں۔''

''اوہ! تو پھر بتایئے نا، آخر وہ کس غریب کی لاش تھی۔'' سیٹھ سہراب نے حیران ہو کر کہا۔

''آپ لوگ ناشتے سے فارغ ہو لیں، پھر میں ساری بات بتاؤں گا۔ اکرام تم پانچ چھ آدمیوں کو بھیج کر انھیں یہاں بلوا لو۔'' انسپکٹر جمشید نے گول مول انداز میں کہا، اکرام سمجھ گیا کہ شنتو اور مانٹو اور راحت کو بلوایا جا رہا ہے۔ راحت ابھی تک انھی کے گھر میں تھی۔ اس نے وہیں ٹھہرنا پسند کیا تھا۔

(جاری ہے)

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

قسط نمبر 9

اکرام میز سے اٹھ کر باہر گیا۔ یہاں پولیس موجود تھی جو ساری رات کوٹھی کے گرد پہرہ دیتی رہی تھی۔ وہ ان میں سے پانچ کو شتو اور مانٹو کے بارے میں ہدایات دے کر واپس اندر آ گیا۔ ناشتا شروع ہو چکا تھا۔ پندرہ منٹ بعد سب لوگ ناشتے سے فارغ ہو گئے۔ ہر ایک کی بے چینی کا عجب عالم تھا، شاید کسی نے ناشتا سکون سے نہیں کیا تھا۔

''یہ چکر اس وقت سے شروع ہوتا ہے۔'' انسپکٹر جمشید نے کہنا شروع کیا:

''جب تین آدمی سیٹھ صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوئے، یہ تقریباً سات روز پہلے کی بات ہے۔ اتفاق سے انھیں آتے اور کوٹھی میں داخل ہوتے سامنے رہنے والی ایک لڑکی راحت نے دیکھ لیا۔ اس نے انھیں اندر داخل ہوتے دیکھا۔ سیٹھ صاحب کے کمرے میں گھس کر انھوں نے لائٹ بجھا دی اور پھر نہ جانے کیا کرتے رہے۔ آدھ گھنٹے بعد ان میں سے صرف دو باہر نکلے، تیسرا اندر ہی رہ گیا۔ راحت کو یہ دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، وہ ساری رات تیسرے آدمی کے نکلنے کا انتظار کرتی رہی مگر وہ نہ نکلا۔ صبح اس نے اس واقعے کا ذکر اپنی امی سے کیا، لیکن انھوں نے خاموش رہنے کی ہدایت کر دی، حالانکہ انھیں پولیس اسٹیشن جا کر اس واقعے کی اطلاع دینی چاہیے تھی۔ مگر انھوں نے اس جھمیلے میں پڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ادھر راحت شدید الجھن میں مبتلا ہو گئی۔ اسے حیرت اس بات پر تھی کہ اگر وہ تینوں کوئی واردات کرنے آئے تھے تو تیسرا کہاں گیا، وہ باہر کیوں نہیں نکلا۔ اتفاق کی بات کہ کل میرے لڑکے محمود اور فاروق ادھر سے گزرے۔ راحت انھیں پہلے بھی ادھر سے گزرتے ہوئے دیکھ چکی تھی اور انھیں جانتی بھی تھی، چنانچہ اس نے انھیں سڑک پر روک کر یہ واقعہ سنایا۔ محمود اور فاروق اسی وقت سیٹھ سہراب سے بات کرنے کے لیے اس کوٹھی تک پہنچ گئے۔ ملازم جمیل خان نے انھیں اندر بٹھایا۔ جمیل خان بہت اداس سا تھا، معلوم کرنے پر اس نے بتایا کہ سیٹھ سہراب سے کچھ پیسے ادھار مانگے تھے، لیکن انھوں نے انکار کر دیا، حالانکہ اس سے پہلے انھوں نے کبھی انکار نہیں کیا تھا۔ خیر سیٹھ صاحب ان سے ملنے آئے تو انھوں نے چھ روز پہلے ہونے والے واقعے کے بارے میں انھیں بتایا۔ سیٹھ صاحب یہ سن کر بہت حیران ہوئے اور کہا کہ انھیں اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ وہ تو گہری نیند سوتے رہے تھے۔

انھوں نے سیٹھ صاحب کو مشورہ دیا کہ کم از کم انھیں اپنی چیزوں کا جائزہ ضرور لے لینا چاہیے، یہ تیار ہو گئے اور انھیں ساتھ لے کر اپنے کمرے میں آ گئے، لیکن اچھی طرح دیکھ لینے کے بعد کوئی چیز گم نہیں پائی گئی۔ محمود اور فاروق نے یہی خیال کیا کہ اس لڑکی راحت نے ضرور کوئی خواب دیکھا ہے۔ وہ مایوس ہو کر مڑنے ہی لگے تھے کہ محمود کو ایک مصنوعی دانت بک شیلف کے نیچے پڑا نظر آ گیا۔ انھوں نے سیٹھ صاحب سے پوچھا، یہ دانت ان کا تو نہیں، انھوں نے انکار

میں سر ہلایا۔ ملازموں سے پوچھا گیا تو دانت ان کا بھی نہ نکلا۔ اب تو معاملہ پراسرار ہو گیا، اگر دانت گھر کے کسی فرد کا نہیں تھا تو پھر کس کا تھا اور اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ وہ ان تین میں سے کسی کا تھا جو اندر داخل ہوئے تھے۔ یہاں سے محمود اور فاروق نے سوچنا شروع کیا کہ راحت کی کہانی غلط نہیں ہے۔ اس دوران انھیں معلوم ہوا، گھر کے دو ملازموں باورچی جمیل خان اور مالی رحمت بابا کے علاوہ ایک تیسرا ملازم منشی علی وصی بھی ہے اور یہ کہ اس سے پہلا منشی ملازمت چھوڑ کر چلا گیا تھا، اس کی جگہ رکھا گیا ہے۔ یہ دونوں ملازم بھی تھوڑا عرصہ پہلے ہی رکھے گئے تھے۔ منشی علی وصی کام پر شام کو آتے ہیں، کیونکہ یہ پارٹ ٹائم ملازم ہیں۔ ابھی وہ نہیں آئے تھے، محمود اور فاروق نے سوچا، ان سے بھی معلوم کرتے جائیں کہ دانت کہیں ان کا تو نہیں، انھیں ان کا انتظار کرنا پڑا۔ اس لیے اس دوران وہ جمیل خان کا ترتیب دیا ہوا باغ دیکھنے چلے گئے، کیونکہ سیٹھ سہراب نے باغ کی تعریف کی تھی۔ یہاں انھیں ایک گڑھا نظر آیا۔ معلوم ہوا کہ یہ گڑھا پرانے منشی محمود خاور نے بنوایا تھا، انھیں بھی باغبانی کا شوق تھا اور وہ یہاں آم کا ایک بہت بڑا درخت لگانا چاہتے تھے، لیکن پھر ان کے والد صاحب فوت ہو گئے اور انھیں ان کا کاروبار سنبھالنے کے لیے ملازمت چھوڑ کر جانا پڑا۔ ابھی دونوں باغ کا جائزہ لے رہے تھے کہ منشی علی وصی آ گئے، لیکن انھوں نے بھی یہی کہا کہ دانت ان کا نہیں ہے۔ اب معاملہ پراسرار ہو گیا تھا۔ آخر دانت کس کا تھا۔ گھر کے خاکروب سے بھی پوچھا گیا، دانت اس کا بھی نہیں تھا۔ اچانک فاروق کو گلاب کے پودے کی ایک شاخ پر کسی انسان کی کٹی ہوئی ناک کا چھوٹا سا حصہ اٹکا ہوا نظر آ گیا۔ اب تو اس کی سٹی گم ہو گئی۔ مجھے فون کیا گیا اور میں یہاں پہنچ گیا۔ میرے ساتھ فرزانہ بھی آئی۔ اس نے دروازے پر ہی سارے واقعات سنے اور پہلے راحت سے واقعات معلوم کرنے کے ارادے سے چلی گئی۔ اس سے باتیں کرنے کے بعد اس نے محسوس کیا تھا کہ راحت بھی خطرے میں ہے، کیونکہ اس نے اندر گھسنے والے تین آدمیوں میں سے کم از کم دو کو صاف طور پر دیکھا تھا۔ البتہ تیسرا آدمی اسے صاف نظر نہیں آ سکا تھا، اس نے اپنا چہرہ چھپا رکھا تھا، وہ اب یہ کہہ کر چلی آئی کہ اگر خطرہ محسوس کرے تو کنکریں سیٹھ صاحب کی کھڑکیوں پر دے مارے۔

ادھر میں نے پودے کی شاخ پر ناک دیکھ کر گڑھے کو کھودنے کا فیصلہ کر لیا اور اس طرح ہم اس لاش تک پہنچے۔ لاش کا چہرہ اس طرح بگاڑ دیا گیا تھا کہ پہچانا نہیں جا سکتا تھا۔ ہم نے یہی خیال کیا کہ لاش اس تیسرے آدمی کی ہے جسے واپس جاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، لیکن سوال تو یہ تھا کہ وہ ہے کون، ہمیں یہ معلوم نہ ہو سکا اور آخر لاش پوسٹ مارٹم کے لیے بھجوا دی گئی۔ معاملہ بری طرح الجھا ہوا تھا۔ کچھ پتا نہیں چل رہا تھا کہ گھر میں کیا واقعہ ہوا تھا۔ ہم نے اپنی تفتیش جاری رکھی۔ ادھر راحت نے خطرہ محسوس کیا اور کنکریں کھڑکی پر دے ماریں، وہ دونوں حملہ آور جو یہاں داخل ہوتے اس نے دیکھے تھے، اب اس کے گھر کے دروازے پر پہنچ گئے تھے۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئے راحت کھڑکی کے ذریعے باہر نکل گئی، دونوں اس کے پیچھے دوڑے تاکہ اسے ختم کر دیں، اتنے میں فرزانہ پہنچ گئی، پھر محمود اور فاروق بھی پہنچ گئے۔ انھوں نے

مل کر ان دونوں کو قابو کر لیا۔

ادھر ہم نے سیٹھ صاحب کے بھتیجے وقار احمد کو فون کر دیا تھا، تاکہ ان سے بھی پوچھ گچھ کر لی جائے، چنانچہ وہ آ گئے۔ میں پرانے منشی کے بارے میں بھی فکر مند تھا، ہم نے پرانی فائلوں سے اس کی انگلیوں کے نشانات لیے، گھر کے ہر فرد کی انگلیوں کے نشانات لیے اور ان کی تصویریں بنوالیں، ماہر کی رپورٹ بھی مل گئی جسے پڑھ کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی۔ وقار احمد صاحب نے ہمیں بتایا کہ وہ یہاں بہت کم آتے ہیں اور یہ کہ خطوط میں ان کے چچا دانت میں درد کی شکایت کرتے رہتے ہیں۔ دانت کا درد سن کر میں چونکا، میں نے ڈاکٹر اسلم صاحب سے رابطہ قائم کیا، معلوم ہوا، اس گھر کے سب لوگوں کا علاج وہی کرتے ہیں۔ کچھ سوچ کر میں نے وہ مصنوعی دانت بھی انھیں دکھایا انھوں نے دانت کو پہچان لیا اور بتایا کہ دانت انھوں نے اس گھر کے ایک فرد کے لیے بنایا تھا۔

''کیا!'' وقار احمد اچھل پڑا، ''لیکن یہاں کے تو کسی آدمی کا بھی دانت نکلا ہوا ثابت نہیں ہوا تھا۔''

''ہاں! یہی سوچ کر ہم نے لاش کے منہ کا جائزہ لیا اور معلوم ہوا کہ اس کا ایک دانت نکلا ہوا تھا اور وہ مصنوعی دانت اس میں فٹ آ گیا۔''

''کیا!'' ایک بار پھر گھر کے سب لوگ حیران رہ گئے۔

''لاش کی انگلیوں کے نشانات بھی لے لیے گئے تھے، پرانی فائلوں سے بھی نشانات لے لیے گئے، ان سب کا جائزہ لیا گیا اور ایک اور عجیب بات سامنے آئی۔ اس دوران میرا آدمی پرانے منشی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے لے آیا۔ اس نے بتایا کہ پرانے منشی محمود خاور نے یہاں جو پتا لکھوایا تھا، اس پتے پر اس نام کا کوئی آدمی نہیں رہتا، نہ ہی کبھی رہتا تھا۔ گویا پرانا منشی فراڈ تھا، کوئی دھوکے باز تھا۔''

تیسرا آدمی

اشتیاق احمد

آخری قسط

انسپکٹر جمشید کے الفاظ نے سنسنی کی ایک لہر دوڑا دی۔ سب کے چہرے ست گئے۔ اسی وقت انھوں نے دوبارہ کہنا شروع کیا:

''جی ہاں! یہ منصوبہ دراصل اس پرانے منشی نے بنایا تھا۔ وہ جعلی دستخط کرنے میں بہت ماہر تھا، اس نے نہ جانے یہ مہارت کس طرح حاصل کی تھی، یہاں ملازم رہنے کے دوران وہ سیٹھ صاحب کے دستخط کرنے کی مشق کرتا رہا۔''

''اوہو!'' سیٹھ سہراب کے منہ سے نکلا، اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی جا رہی تھیں۔

''جی ہاں جناب! سنتے جائیے! ابھی آپ کو بہت حیرت انگیز باتیں سننا پڑیں گی۔''

محمود خاور سیٹھ صاحب کے دستخط کرنے کی کوشش کرتا رہا، یہاں تک کہ ہو بہو نقل اتارنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب اسے اپنے اوپر اعتماد ہو گیا تو اس نے اپنے منصوبے پر عمل شروع کر دیا اور پہلا کام یہ کیا کہ والد کی وفات کا بہانہ بنا کر ملازمت چھوڑ کر چلا گیا۔ جانے سے پہلے اس نے اپنی کوششوں سے گھر کے پرانے ملازم بھی نکلوا دیے۔ پرانے ملازموں کی جگہ نئے ملازم رکھ لیے گئے۔ ملازمت چھوڑنے کے بعد محمود خاور چھ ماہ تک غائب رہا اور پھر اس نے اپنے ساتھ دو بدمعاش شتو اور مانٹو کو ملایا۔ انھیں سارے منصوبے سے باخبر کیا، وہ اس کا ساتھ دینے پر تیار ہو گئے۔ چنانچہ آج سے سات روز پہلے یہ تینوں یہاں آئے اور انھیں آتے راحت نے دیکھا۔''

''تو کیا انھوں نے۔'' منشی علی وصی کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں! میں بتاتا ہوں۔ انھوں نے پھاٹک پھاندا اور کھڑکیوں کے ذریعے سیٹھ صاحب کے کمرے میں داخل ہو گئے۔ یہاں سیٹھ صاحب گہری نیند سو رہے تھے۔ انھوں نے سیٹھ صاحب کو دبوچ لیا۔ محمود خاور نے ان کا گلا گھونٹنا شروع کیا، شتو اور مانٹو نے ان کے ہاتھ اور ٹانگیں پکڑے رکھیں، یہاں تک کہ سیٹھ صاحب کا جسم سرد ہو گیا۔''

''لیکن! انکل تو ہمارے سامنے بیٹھے ہیں۔'' وقار احمد نے چیخ کر کہا۔

''ہاں! یہی تو ان کا کمال ہے، مر کر بھی زندہ ہیں۔ انھوں نے سیٹھ صاحب کو اٹھایا اور باغ میں لے آئے، لیکن گڑھے میں ڈالنے سے پہلے چاقو سے ان کا چہرہ بگاڑ دیا، تا کہ کوئی پہچان نہ سکے کہ یہ کون ہیں؟۔ چہرہ بگاڑتے وقت ناک کا حصہ شاخ سے چپکا رہ گیا جو دن میں کسی کو نظر نہ آ سکا۔ ادھر گلا گھونٹنے کے وقت ان کے منہ سے مصنوعی دانت نکل کر گر گیا۔ اگر یہ دو چیزیں نہ ملتیں تو ہم یہی خیال کرتے کہ راحت کو ضرور وہم ہوا ہو گا، یا اس نے کوئی خواب دیکھا ہو گا، لیکن ان دونوں چیزوں کی موجودگی میں کسی طرح بھی یہ نہیں سوچا جا سکتا تھا اور لاش ملنے کے بعد تو اس کی بات بالکل سچ

ثابت ہوگئی تھی۔''

''اگر انکل قتل ہوگئے ہیں تو پھر قاتل کون ہے اور یہ کون ہیں جو انکل بنے بیٹھے ہیں، یہ بالکل انکل کیوں نظر آرہے ہیں۔'' وقار احمد نے بے چین ہو کر کہا۔

''انکل کے روپ میں اس وقت جو آدمی نظر آرہا ہے، دراصل پرانا منشی محمود خاور ہے۔ یہ جعلی دستخطوں کا ماہر تو ہے ہی، میک اپ کا بھی ماہر ہے۔ اس کا قد اور قامت بالکل سیٹھ سہراب جتنا ہے، یہ سب کچھ اس نے پہلے ہی سوچ لیا تھا اور میک اپ کر کے تجربہ بھی کر لیا ہوگا کہ بالکل سیٹھ سہراب نظر آتا ہے یا نہیں، دوسرے یہ کہ یہاں رہتے ہوئے اس نے سیٹھ صاحب کی حرکات و سکنات، عادات اور بولنے چالنے کا طریقہ خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لیا ہوگا، تبھی وہ یہ کام کرنے پر تیار ہوا ہوگا۔''

انسپکٹر جمشید خاموش ہوگئے، ہر کوئی خاموش تھا۔ محمود خاور کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکل سکا تھا۔ اس کا چہرہ برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔

''ان چھ دنوں کے دوران نقلی سیٹھ نے دو چیک بھی کیش کرا کے دیکھے۔ دونوں چیک کیش ہوگئے، بنک کا آدمی نقلی اور اصلی چیک میں کوئی تمیز نہ کر سکا اور اس نے سمجھ لیا کہ یہ کامیاب ہوگیا ہے۔ یہ اور اس کے ساتھی پوری اسٹیل ملز کے مالک بن گئے ہیں۔''

''لیکن ابا جان! اس نے دو آدمیوں کو کیوں اپنے ساتھ ملایا جب کہ یہ تنہا پوری ملز کا مالک بن سکتا ہے۔'' محمود نے سوال کیا۔

''شاید اس لیے کہ سیٹھ سہراب کمزور آدمی نہیں تھے۔ یہ دیکھ چکا تھا کہ وہ اس سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ اسے ڈر بھی ہوگا کہ کہیں الٹا یہ نہ سیٹھ سہراب کے ہاتھ سے مارا جائے اور پھر سیٹھ صاحب کو اٹھا کر باغ تک بھی تو لے جانا تھا، چنانچہ اس نے دو آدمیوں کو ساتھ ملانا ضروری سمجھا۔ تین آدمی یہ کام آسانی سے کر سکتے تھے۔'' انھوں نے کہا۔

''شروع میں ہم سوچتے رہے کہ کہیں یہ کام وقار صاحب کا نہ ہو، وہ سیٹھ صاحب کو قتل کے جرم میں پھنسوا کر خود اس ساری مل پر قبضہ نہ کرنا چاہتا ہوں، مصنوعی دانت نہ ملتا تو شاید ہم اس قدر جلد کامیاب نہ ہوتے۔ سیٹھ صاحب یعنی کہ محمود خاور صاحب کیا آپ اپنی صفائی میں کچھ کہنا پسند کریں گے۔''

''نہیں!'' اس نے مختصر جواب دیا۔

''شتو اور مانٹو نے آپ کا کس حد تک ساتھ دیا تھا۔''

''سیٹھ سہراب کا گلا میں نے اپنے ہاتھ سے گھونٹا تھا، انھوں نے ہاتھ اور ٹانگیں پکڑ رکھی تھیں۔'' اس نے بتایا۔

''پھر گڑھے تک اٹھا کر بھی لے گئے ہوں گے۔''

''ہاں!''

''تم نے میک اپ کرنے کا فن کہاں سے سیکھ لیا؟'' فرزانہ نے سوال کیا۔

''ایک جرمن ماہر سے، میں ایک بار دریا کے کنارے ٹہل رہا تھا، وہ جرمن دریا کی سیر کر رہا تھا کہ اس کی کشتی الٹ گئی۔ مجھے تیرنا آتا ہے، میں نے اسے ڈوبنے سے بچایا، اس طرح وہ میرا دوست بن گیا اور جب تک یہاں رہا، برابر مجھ سے ملتا رہا۔ باتوں باتوں میں اس نے بتایا کہ وہ ایک بڑا اداکار ہے اور میک اپ کا ماہر ہے، میں نے میک اپ کا ڈھنگ سیکھنے کا شوق ظاہر کیا تو وہ خوشی سے تیار ہو گیا اور اس نے دو مہینے کی مسلسل تربیت کے بعد مجھے ایک ماہر میک اپ مین بنا دیا۔ میں ان دنوں بے کار تھا، سیٹھ سہراب کی طرف سے اخبار میں ایک منشی کی ضرورت کا اشتہار شائع ہوا، میں نے بی کام تک تعلیم حاصل کی تھی، چنانچہ یہاں آ گیا اور ملازمت مل گئی۔ یہاں رہتے ہوئے سیٹھ سہراب کی صورت کا بغور جائزہ لیا تو مجھے خیال آیا کہ اگر میں چاہوں تو اپنے چہرے پر بڑی آسانی سے سیٹھ سہراب کا میک اپ کر سکتا ہوں، یہ خیال وقتی طور پر تو یونہی بغیر کسی مقصد کے آ گیا، لیکن پھر ذہن میں جڑ پکڑ گیا۔ بچپن میں مجھے دوسروں کے دستخطوں کو نقل کرنے کا بہت شوق تھا اور مشکل دستخطوں کی نقل تک اتار لیا کرتا تھا، جب ذہن میں یہ خیال آیا کہ میں اپنے اوپر سیٹھ صاحب کا میک اپ کر سکتا ہوں تو ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ دستخطوں کی نقل بھی کر سکتا ہوں۔ میں نے ان دونوں کو بار بار دہرا کر دیکھا اور ہر بار خود کو کامیاب پایا۔ بس یہیں سے میرے ذہن میں یہ منصوبہ آیا کہ کیوں نہ سیٹھ سہراب کو ختم کر کے خود اس کی جگہ مل کا مالک بن جاؤں، منصوبہ ذہن میں جڑ پکڑتا چلا گیا۔ شروع میں میں نے خود کو اس خطرناک کام سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی، لیکن مل کا مالک بننے کا لالچ میرے حواس پر طاری ہو گیا اور آخر میں نے منصوبے پر عمل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ شتو اور مانٹو کے بارے میں اخبارات میں پڑھتا رہتا تھا، چنانچہ ان سے جا کر ملا اور اپنا سارا منصوبہ ان کے سامنے رکھا، دونوں روز روز کی پکڑ دھکڑ اور چھوٹی موٹی چوریوں سے تنگ آئے ہوئے تھے، اس لیے میرا ساتھ دینے پر تیار ہو گئے۔ مجھے اپنے جرم کا اندازہ ہے، میں تحریری بیان بھی دینے کے لیے تیار ہوں، لالچ کا انجام یہی ہو سکتا تھا، کاش! میں نے پہلے ہی سوچ لیا ہوتا۔''

یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا، اس کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ اسی وقت اکرام کے کانسٹیبل شتو، مانٹو اور راحت عزیز کو لیے اندر داخل ہوئے اور ان دونوں نے جرم کا اقرار کر لیا، تینوں کو ہتھکڑیاں پہنا دی گئیں۔

''سیٹھ سہراب کے بعد مسٹر وقار آپ اس کوٹھی اور مل کے مالک ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے اعلان کیا۔

''مجھے اس کوٹھی اور مل کو حاصل کر کے بالکل کوئی خوشی نہیں ہوئی، مجھے اپنے چچا سے بہت محبت تھی۔ وہ بھی مجھے چاہتے تھے۔ چچا چھن گئے تو یہ جائیداد کس طرح اچھی لگ سکتی ہے۔''

''بہر حال! تقدیر کا لکھا ہو کر رہتا ہے۔ آؤ بچو اب چلیں۔'' یہ کہہ کر انسپکٹر جمشید اٹھنے لگے، محمود نے جلدی سے کہا:

''لیکن ابا جان! ابھی چند باتیں صاف نہیں ہوئیں۔''

''پوچھو، وہ کیا باتیں ہیں۔'' انھوں نے کہا۔

''اور کیا، ابا جان انھیں صاف کر کے رکھ دیں گے۔'' فاروق بول پڑا۔

''جب بولو گے، بے تکا بولو گے۔'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

''ہاں! میں جانتا ہوں، میں جب بھی بولتا ہوں، بے تکا بولتا ہوں، تکا تو صرف تم بولتی ہو، لیکن خدا کے لیے ابا جان کو بات تو مکمل کر لینے دو، میری گفتگو پر تو تم بعد میں بھی گفتگو کر سکتی ہو۔'' فاروق نے جل بھن کر کہا۔

''اچھی بات ہے، بعد میں سہی، ہاں تو محمود، کرو کیا سوال کرنا ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''کیا خاک سوال کروں، تمہاری نوک جھوک نے سوال ہی ذہن سے نکال دیا۔''

''حد ہو گئی، تم اپنے ذہن کی کھڑکیاں بند کیوں نہیں رکھتے۔'' فاروق بھنا کر بولا۔

''تمہاری باتیں سن سن کر اندر حبس ہو گیا تھا، لہٰذا کھڑکیاں کھولنا پڑیں۔'' محمود نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''حبس باتوں سے نہیں گرمی سے ہوا کرتا ہے۔''

''شاید تمہارا سوال ذہن سے نکل کر میرے ذہن میں آ گیا ہے۔'' فرزانہ مسکرائی۔

''اچھا تو پھر تم اپنے ذہن کی کھڑکیاں بند کر لو، کہیں یہ فاروق کی طرف نہ چلا جائے۔'' محمود خوش ہو کر بولا۔

''ہاں تو ابا جان، ایک سوال تو یہ ہے کہ آپ کو سب سے پہلے خاور محمود پر کب شک ہوا؟''

''اچھا سوال ہے۔'' انھوں نے کہا اور بولے:

''جب مجھے یہ شک ہو گیا کہ یہ اصل سیٹھ نہیں ہیں تو پھر میرے لیے تفتیش کے راستے کھل گئے۔ فائلوں وغیرہ سے انگلیوں کے نشانات مل گئے، پرانے منشی کی انگلیوں کے نشانات موجودہ سیٹھ سہراب کے نشانات سے ملنے کی رپورٹ موصول ہوئی تو ثبوت مکمل ہو گیا۔ ایک بات یہ بھی تھی کہ جمیل خان باورچی نے ادھار مانگا، لیکن سیٹھ سہراب نے انکار کر دیا، جب کہ اس سے پہلے کبھی انکار نہیں کیا۔''

''ابا جان! ایک بہت اہم بات رہ گئی۔ آخر شتو اور مانٹو کو کس طرح معلوم ہو گیا کہ راحت عزیز نے انھیں دیکھ لیا ہے۔ یہ دونوں تو یہاں موجود نہیں تھے۔''

فرزانہ نے پوچھا:

''ہاں! میں نے اس مسئلے پر غور کیا تھا اور ایک ہی وجہ سمجھ میں آئی تھی اور وہ یہ کہ جب گلاب کے پودے پر کٹی ہوئی ناک مل گئی تو نقلی سیٹھ سہراب لڑکھڑا گیا اور بے ہوش ہونے لگا، اس کے ملازموں نے اسے اس کے کمرے تک پہنچایا۔ اس نے ہی وہاں سے ان دونوں کو فون پر اطلاع دی ہو گی کہ راز کھل گیا ہے، لہٰذا ہوشیار ہو جائیں، اس نے انھیں یہ بھی

بتا دیا ہوگا کہ انھیں ساتھ والے مکان میں رہنے والی لڑکی نے دیکھ لیا تھا، لہٰذا یہ دونوں راحت عزیز کو ختم کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔"

"کیوں، محمود خاور صاحب یہی ہوا تھا نا۔"

"ہاں! بالکل یہی ہوا تھا۔"

اس کی آواز کہیں، بہت دور سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"وقار صاحب! کیا مسٹر سہراب سگار پیتے تھے۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"جی ہاں! وہ سگار کے بہت شوقین تھے۔"

"شاید اسی لیے محمود خاور صاحب نے اب سگار پینا شروع کر دیے تھے، میں نے انھیں سگار پیتے دیکھا تھا۔"

"اور اب جب کہ اس کیس کی ہر بات صاف ہو چکی ہے، کوئی الجھن باقی نہیں رہی، کوئی سوال ذہن میں اچھل کود نہیں مچا رہا، ہم یہاں سے جانا چاہیں گے، کیونکہ ہمارے اسکول کا وقت ہو گیا ہے اور ہم اسکول سے غیر حاضر رہنا پسند نہیں کرتے، لہٰذا خدا حافظ۔"

یہ کہہ کر فاروق اٹھ کھڑا ہوا۔

باقی لوگ بھی ان کے ساتھ اٹھے اور دروازے پر انھیں رخصت کرنے آئے۔ راحت عزیز اپنے گھر چلی گئی۔

"اگر یہ لڑکی ہمیں کچھ نہ بتاتی تو شاید یہ کیس دفن ہی